

پیش حفظ

”پتھر کی موت“ پیش خدمت ہے۔

نادل کے متعلق صرف اتنا عرض کمرہوں کا کہ یہ بھی ہمیں ہیڈ لے چیز کی تخلیق ہے۔ جی ہاں وہی ہیڈ لے چیز..... جیسے تجس کا بادشاہ کہا جاتا ہے اور چوزندہ و جاوید کمرہ دار تخلیق کرنے میں بدرجہ اتم نہایت رکھتا ہے۔ موصوف کے تین ناول پڑھنے کے بعد جب میں اس ناول کو پڑھنے بیٹھا تو بے اختیار میرا جی چا ہا کہ اس کا ترجمہ کمرہ داروں..... سو یہ سبب تھا اس ناول کے اردو میں منتقل ہونے کا.....

میری پہلی کاوش کیسی ہے؟ اس کا فیصلہ تو آپ لوگوں نے کرنا ہے ویسے اتنا طے ہے کہ اگر آپ نے حوصلہ افزائی کی اور ناول کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا تو آئندہ بھی وقتاً فوقتاً کمرہ داران سیریز کی محفل میں حاضر ہوتا رہوں گا۔ میں جناب ملک غلام محمد صاحب کا بے حد شکریہ گزار ہوں جنہوں نے مجھے آپ لوگوں سے متعارف ہونے کا موقع فراہم کیا اور ہاں جناب سرانج الدین شیدا صاحب کا بھی جنہوں نے تحریر کے میدان میں میری اہمائی فرمائی۔

طاہر یار نالائبل پور

کامرانہ سیریز کتب خانہ ۱۲ ویں پبلیکیشن

گھر کا چراغ

ڈینی بائیڈ کے دفتر کی بجائے ایک بار میں مارٹھا ہیرلٹن نے ڈینی سے ملاقات کر کے بتایا کہ اس کا والد مارٹھا کی والدہ کے چھوٹے سے ہوئے ٹرسٹ کا مالک بننے کے لئے اپنے بیٹے اور دونوں بیٹیوں کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔

ڈینی بائیڈ نے کیں ہاتھ میں لیا اور مارٹھا کی بہن کلیمی کو فارم ہاؤس سے لے آیا مگر اس دوران مارٹھا کا بھائی فلپ قتل ہو چکا تھا۔

پھر واقعات تیزی سے رونما ہونے لگے۔ ڈینی کی خامی پٹائی کے بعد کلیمی کو فارم ہاؤس پر لے جاکر قتل کر دیا گیا۔ ڈینی بائیڈ حالات کے دھلے پد پتہ تھا اور فارم ہاؤس پہنچا اور اسے دہرے قتل کے اندام میں حالات پہنچا دیا گیا۔

دلچسپ اویسنسی نیز واقعات کا ایک دلنیز مرقع، جس میں قدم قدم پر ہیجان و اضطراب کا سمندر میں لیتا ہے۔ کارٹر براؤن کی اس لا جواب جاہلی تخیلی کہانی کو سراج الدین شہید نے اردو کے سانچے میں ڈھالا ہے۔

کرے میں کل چار افراد موجود تھے۔

بار کا نوٹ لے چکے جارج ایک گلاس کپڑے سے چمکاتے ہوئے ان لوگوں کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

ویلیکوتھ نے جیب سے ایک سک ہرآمد کرتے ہوئے ایک موٹی سائس فی ڈیڑھ ہفتہ

اکھل پوکھی کی حیثیت رکھتا تھا۔ فریڈمین، اور دس سالے والی کنسیوں پر بڑھان تھا۔ وہ لوگ دھککے دو دو گلاس سپرٹھا پکھتے۔ اور اب ان کی گڑ میں حریصانہ انداز میں غالی گلاس کی سطح پر جم کر دھکیں۔۔۔۔۔ ویلیکوتھ بے چینی سے اپنی پٹیا اٹی رگڑ رہا تھا۔

”ایسے وہاں ست آدم ہیں آدمی کھوٹے سے کی طرح بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔“
دلن نے بھونچا چمکاتے ہوئے کہا۔

”ویلیکوتھ یہ قصہ جہنم کا نمونہ ہے۔ فریڈمین نے بھی اٹھ دینا مناسب سمجھا۔
”ٹھیک کہتے ہو۔“ ویلیکوتھ نے پینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ ”خدا مارت کرے“

اں گم کی کہہ.... جس کی وجہ سے شراب بھی حلق سے اتارنا مشکل ہو گیا ہے:

فریڈمین کا وہ لسنہ نے نگاہ بے اعتنائی سے اُسے دیکھا.

میرا خیال ہے میں اتنی لڑی بھی محسوس نہیں کہہ رہا کہ شراب حلق سے نہ اتار سکوں

فریڈمین نے خالی گلاس میں سر گھماتے ہوئے کہا.

جارج نے جلدی سے کاؤنٹر پر جھکا.

کیا میں نہیں دوبارہ بھر دوں مشر؟ وہ ویلکوت سے مخاطب ہو کر بولا.

صرف دو گلاس۔ میں نہیں پیوں گا۔ تم سے تو قصے کے بعد اس نے تھکی تھکی

آواز میں کہا اور آخری سکہ کاؤنٹر پر اچھالی دیا.

کمرے کا ماحول سوگوار ہو گیا تھا. چند لمحوں تک وہاں بھاری سکوت طاری رہا

پھر جارج نے دھکی کے دو گلاس بھر کر ولسن اور فریڈمین کے سامنے رکھ دیئے اور وہ

دونوں ویلکوت کی جانب دیکھنے بغیر شراب کی چمکیاں لینے لگے. حالانکہ اس بات سے

وہ غائب باخبر تھے کہ یہ ویلکوت کا آخری سکہ ہے مگر وہ اس سنہری موقع کو ہاتھ

سے کھینچنے پر غماز نہ تھے.

جارج نے جا پہنچ کر کہہ سکا کہ میں ڈالا اور دو پارہ گلاس صاف کرنے لگا

ویلکوت نے اب اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا عقلمندوں معلوم ہوتا تھا کہ

وہ اپنے ولی جذبات کو اپنے ساتھیوں کے سامنے عیاں کرنا نہیں چاہتا تھا.

دو تین سیلون کا خود کار دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی اس کے

چہرے سے تھوڑے گھبراہٹ اور پچاسیٹ مترشح تھی وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی

کاؤنٹر کے قریب پہنچی.

گڈ مڈنگ مس ہوگن اب تھکے باپ کا کیا حال ہے؟ جارج نے بیٹی

کی نمائش کرتے ہوئے کہا.

ایک پیگ اسکاچ لڑکی نے اسپاٹ لہجے میں کہا.

جارج نے چھری کا منظر اہرہ کرتے ہوئے جلدی سے گلاس بھر کر اس کے آٹے رکھا دیا

لڑکی نے گلاس اٹھاتے ہوئے ایک نوٹ جارج کی طرف اچھال دیا. اس دوران لڑکی

نے منظر غائب اپنے دائیں بائیں کا جائزہ لے لیا تھا. علاوہ ازیں اس نے کمرے میں موجود

افراد کی تیجھی نگاہیں اپنے جسم میں بکھرتی ہوئی بھی محسوس کی تھیں.

میں یہاں۔۔۔ دن بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اس نے جارج سے کہا

۔۔۔ لہذا باقی ریزگاری مجھے لونا دو۔

جارج نے ریزگاری ٹن کر کے لوٹائی، ریزگاری سنبھالتے ہوئے اس نے اک

شان بے نیازی سے کمرے کے افراد کو دیکھا اور سر جھٹک کر دروازے کی جانب بڑھ گئی

اس کے جانے کے بعد کئی لمحوں تک کمرے میں سناٹا طاری رہا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے

ان لوگوں کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

غضب کی لڑکی تھی، فریڈمین نے خاموشی کے طلسم کو توڑ دیا۔ تم نے دیکھا اس

نے نیچے کوئی لباس نہیں پہن رکھا تھا!

ویلکوت کی نگاہیں اب بھی دروازے پر لگی ہوئی تھیں اس امید پر کہ شاید

وہ لوٹ آئے.

یہ نظارہ واقعی قابل دید تھا. جافعتے تائیدی لہجے میں کہا. تم ٹھیک

کہتے ہو واقعی اس نے زیر جامہ نہیں پہنا تھا.

تینوں افراد پر ڈالی اور کاڈنٹری کی جانب بڑھنے لگا۔
 ”مجھے ڈلن کہتے ہیں؟ امینی کا ڈنٹر ہو گئی نکلتے ہوئے جارج سے مخاطب

ہوا:

”بڑی خوشی ہوئی یہ جان کر“ جارج نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ ”کیا پیش
 کریں؟“

”ایک گلاس پانی: ڈلن کی آواز پاٹ اور گھمبیر تھی۔

”یہاں خالی پانی نہیں ملتا مٹرا“ جارج نے حیرت سے اسے گھورا۔

”لیکن مجھے پانی چاہیو۔“ ڈلن کا لہجہ سرسری سا تھا۔ ”سنا تم نے کتے کے پلے؟“

جارج نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر نیچے سے چاقو نکالنے کی کوشش کی مگر ڈلن

نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور سروا لہجے میں بولا۔

”الو کے پیچھے تم کوئی حماقت نہیں کرو گے۔“

جارج اس کی آنکھوں سے شدید وحشت اور دزدگی ٹپکتی دیکھ کر کانپ اٹھا

اس کے ہاتھ بے اختیار ساکن ہو گئے۔

”شاباش۔ تم اپنی کھوپڑی میں واقعی دماغ رکھتے ہو۔“ ڈلن نے مطمئن

لہجے میں کہا۔

”یہ نو پانی“ جارج سرایا۔ ”دراپنا سنو جس وجود ہے کہ یہاں سے فنان ہو جاؤ“

کمرے میں لٹھ۔ لٹھ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ڈلن سانس بے بغیر پانی کی

پوری بوتل چبڑھا گیا۔

ان تینوں نے اب بڑھے ہوئے کی لڑکی کے متعلق گفتگو بند کر دی تھی۔

”بڑی پٹاخر قسم کی لڑکی ہے۔“ ویلیکسٹ نے دروازے سے نظریں نہا کر کہا۔

”آج کل اس نے پلے قہقہے میں آفت بجا رکھی ہے۔ ظالم بلا کی سیکی ہے مگر ہے ہر جانی

کسی کو بھی گھاس نہیں ڈالتی۔“

”ہرج۔ ہرج۔ تم کچھ بھی نہیں جانتے۔“ فریڈمین اس کی کم عقلی پر انہوں نے گرتے

ہوتے بولا۔ گھاس تو وہ ضرور ڈالتی ہے۔ مگر کوئی اس کی آوازیں نہ سنا سکتا تھا۔

یہی کی بات ہے میں نے اسے انجینئر کے لڑکے کے ساتھ کھیتوں میں داد عیش دیتے ہوئے

دیکھا تھا۔“

جارج نے سوچا کہ ان لوگوں کو بڑھے پر ہونگ کی لڑکی کے متعلق اس قسم کی

باتیں کرنے ہوتے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ بڑھا چرچ ہوگن اب بھی اتنا ہی خطرناک ثابت

ہو سکتا تھا۔ جتنا کہ وہ ماضی میں رہا تھا۔

مگر ”کھٹاک“ کی آواز نے تمام لوگوں کو چونکا دیا۔ سیلون کا دروازہ ایک کھٹاک

سے کھل گیا۔ اور فرش پر ایک وسیع و عریض سایہ نظر آنے لگا۔

دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص نے خود کار دروازے کو دونوں ہاتھوں سے تھام

لکھا تھا۔ سیاہ فلیٹ ہیٹ اس کی پیشانی پر تھا۔ ہوا تھا۔ جس سے اس کی آنکھیں چھپ گئی

تھیں۔ جارج نے سر تاپا نواد کا منظر غائر جا بڑھا لیا۔ اجنبی کا سیاہ کوٹ بوسیدہ اور

میلا کھلا ہو چکا تھا۔ زیتلون میں جلد جگہ لٹکے کچے ہوئے تھے۔ اس کے جوتے تو تقریباً

چھپٹ کر چھوڑے ہوئے تھے۔

اجنبی پنے سے قدموں سے چلتا ہوا ایک سڑک کے قریب پہنچا۔ اور وہاں پڑی ہوئی

ایک خالی پلیٹ کو مٹا کر لغور دیکھا پھر دوبارہ اسے الٹا کر دکھ دیا۔ ایک طاہر از نگاہ

”میں اس قصبہ پر ایک خبیث بدروح کو منڈلاتے دیکھ رہا ہوں یقیناً یہاں آنت برپا ہونے والی ہے، فریڈمین نے بلند آواز سے کہا۔
 جارج کی پیشانی پر پچھلے دنوں اس نے کاڈنٹر کے نیچے سے لاکھ نکال کر فریڈمین کو تنبیہ کی کہ وہ اجنبی کے بلے میں اس قسم کے دیوانہ پاں کرانے سے باز ہے۔ لیکن فریڈمین اپنے ساتھیوں کے وجود کا احساس دل میں لے چڑھا بیٹھا تھا۔ اس لئے اس نے ہر قسم کی احتیاط کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔
 جارج اس چھندہ کی اوداؤ کو یہاں سے نکال پھینک اس کی موجودگی سے کمرے کا ماحول غلیظ ہو کر رہ گیا ہے۔
 ڈن نے بوتل بہتنگی سے کاڈنٹر پر کسی اور سرگھما کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے پاسٹ اور چٹان جیسے چہرے نے فریڈمین کو بوکھلا دیا۔
 ”یوہا سٹروڈ۔“ ڈن کی آواز کمرے میں گونجی۔ ”تم جیسے سحر دہانہ میری باتوں میں گولی مار گئے ہوئے مجھے قلبی سکون ملتا ہے۔“
 اس کی آواز میں کچھ ایسا دبدبہ پنہاں تھا کہ فریڈمین پر کپکپی طاعون ہو گئی۔ وہ غیر منظر ری کیفیت میں۔ اپنی کمری گھما کر ویلیوٹ سے باتیں کرنے لگا اسی وقت ایسی گولڈ برگ اندر داخل ہوا وہ ساٹھ سالہ شخص تھا۔ اس کے صہم میں اگر کوئی قابل ذکر چیز تھی، تو وہ اس کی چھوٹی چھوٹی میز اور چمکدار آنکھیں تھیں لڑھکھنے قریب پہنچ کر نوادہ کو سر تا پا گھوم کر دیکھا اور پھر لہلا۔
 ”کیا تم یہاں اجنبی ہو؟“
 ”تمہیں میرے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میاں۔“

اپنی نے جارج کا بنایا ہوا جام پکڑ لیا اور اس کے قریب آ کر کہنے لگا۔
 ”اگر تم بھوکے ہو تو میرے ساتھ چلو میری بیوی بہت اچھا کھانا پکاتی ہے۔
 ڈن نے ٹوٹتی ہوئی نکلا ہوں سے اسے دیکھا اور لہلا۔
 ”میں واقعی بہت بھوکا ہوں۔“
 اپنی نے آخری گھونٹ حلق سے اتارا اور بل ادا کر لے لگا۔ تو جارج نے آہٹگی سے اس کے کان میں سرگوشی کی: ”سٹریٹی آپ کو ایسے چور چکوں سے محتاط دہنا چاہیے۔ آپ نہیں جانتے یہ اپنے سگے باپ پر بھی وار کرنے سے نہیں چوکتے۔“ لیکن اپنی لاپرواہی سے شانے اچھا کر باہر نکل گیا۔ ڈن اس کے تعاقب میں تھکا سڑک پار کر کے وہ جانچ کے سیلون سے کچھ در ڈن کو اپنے سیلون میں لے گیا۔
 ایسی گولڈ برگ کو اپنے چھوٹے سے اسٹور پر بہت ناز تھا۔ ہر قسم کی روزمرہ کی اشیاء و اہل سے دستیاب ہو سکتی تھیں۔ بعض لوگ اپنی کو اپنے کمرے سے لے کر وہاں سے دوسرے اسٹورز کی زبانت چیرا چھیل باقی تھی۔ مگر اس کے لئے لوگوں کو اعلیٰ درجہ کی زیادہ ہی ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے اکثر لوگ بڑے سے لڑائی جھگڑا کرتے نظر آتے تھے۔ لیکن وہ بہت جلد لوگوں کو قائل کر دیتا کہ وہ دنیا کی سب سے زیادہ کامیابیوں میں سے ہے۔
 اپنی ڈن کو لئے ہوئے اسٹور میں پہنچا۔ اس کی بیوی اس سے ایک سال بڑی تھی۔ اس کے صہم پر چربی کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن اس کے وجود پر ڈن اپنی بیوی پر جان بھناؤ کرنے سے اختیار نہ ہتا تھا۔
 ”کیا آج پھر باورچی خانے میں کسی پیڑ کو بیچ رہے ہو؟“ اس کی بیوی نے منہ پنا کر پوچھا۔

”ادہ دارلنگ“ وہ فہر دیانہ لہجے میں بولا۔ ”وہ بہت بھوکے اس لئے میں نے گھر لے آیا تمہیں یاد نہیں ہم نے بھی کافی سڑھ فاقہ سہی میں گزارا ہے بنا دیکھا تم اسے ایک وقت کا کھانا بھی نہیں دے سکتیں!“

”ایسے موقعوں پر تم ہمیشہ ہی الفاظ دہرتے ہو۔“ اس کی بیوی نے مسکرا کر کہا جواب میں کچھ کہنے کی بجائے بولے ”میں نے اپنی آغوش میں چھپا کر کئی بوسے دے ڈالے۔“

جب ایسی دوبارہ کہن روم میں آیا تو دلن و حشیوں کی طرح کھانے پر ٹوٹا پڑا تھا اس دوران میں نے ایک مرتبہ بھی آنکھ اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ بس خاموشی سے نولے پر نولہ حلق سے اتارتا رہا۔

”تم کہاں سے آرہے ہو؟ کھانے کے بعد ایسے اس سے پوچھا۔

”بہت دوسرے۔“ دلن نے مختصر سا جواب دیا۔

ایسی نے اپنا مختصر سا حیم ایک کمری پر گرا دیا اور بولا۔

”تم یہاں کیا کام کرنا پسند کر گئے؟“

دلن نے روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں رکھا اور آہستہ آہستہ جہڑوں کو

حرکت دیتے ہوئے کمری کی پشت کا ماسے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

”ہے۔ سنا تم نے؟“

”جو بھی مل جائے۔“

”تمہارے لئے تھوڑی سی بیڑاؤں؟“

”ہیں بیڑاؤں کچھ نہیں دیتا۔“ وہ رکھائی سے بولا۔

”گمٹ؟“

”اس کی بھی ضرورت نہیں۔“

کمرے سے باہر اسٹور میں روزی کسی سے بھگڑ رہی تھی۔ اس کی چیخ دیکھ کر سن کر رہی بولا۔

”ادہ میں ابھی آیا شاید میری بیوی پھر کسی سے بھگڑ پڑی ہے۔“

دلن کچھ کہنے کی بجائے چپ چاپ ماچن کی تیلی سے اپنے دانت کمریدتا رہا۔

ایسی اسٹور میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ ویلکٹ کاؤنٹر پر بھگڑا روزی کو کینہ توڑ نظروں سے گھور رہا ہے۔

”یہ کیا ہو رہا ہے!“ ایسی نے دریافت کیا۔

”میں تمہیں بتاتا ہوں اوکے پنچے۔“ ویلکٹ چلایا۔ ”بات یہ ہے کہ یہ

مجھے ریڑ گاری نہیں لونا رہی۔“

”وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے مسٹر ویلکٹ۔“ ایسی بولا۔ ”وہ تم سے چیز کی چیز

قیمت لے رہی ہے۔“

”باقی ریڑ گاری تمہیں دینا ہی پڑے گی۔ ورنہ میں تمہارا سر بھاڑ دوں گا۔“

ویلکٹ حلق پھاڑ کر چیخا اور جارحانہ انداز میں آئے جھک کر ایسی پر حملہ آور ہوا مگر

ایسی پیچھے ہٹ کر خود کو بچا گیا۔

”بند کرو یہ سب کچھ۔“ دلن اچانک ہی اسٹور میں آگیا تھا۔ ویلکٹ لئے کی

ترنگ میں تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی کھوپڑی ہوا میں تیر رہی تھی۔

”اپنے ادھندلے اولاد کچھ درمیان میں پھٹا اڑانے کی ضرورت نہیں۔ جاؤ۔“

کہلاتے ہوں۔

”اوہ مجھے انوس ہے گین دراصل پاپا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کئی شادی شدہ مرد کے ساتھ پھروں؟ اس نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے باپ کی آڑ لے لی۔ یہ کہہ کر وہ اسے اسی طرح حیران پریشان چھوڑ کر گئے بڑھ گئی۔ اور گین محض اس کے چپ لباس میں اس کے جسم کے حقیر کئے زادلوں کو تنکنا رہ گیا۔

گھر کے سامنے پہنچ کر اس نے لکڑی کا پنا ہوا گیسٹ اندر دھکیلا اور چار دیواری میں چلی آئی۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف منڈلا رہی تھیں۔ مگر اس کے دل کی گہرائیوں سے ایک صدا بگڑنے کی طرح شور مچانے لگی۔ مجھے اس گھر سے نفرت ہے۔ نفرت ہے — شدید نفرت — !!

باغ میں ہر سوز و درنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ مٹی خشک ہو کر تعمیر کی طرح سخت ہو چکی تھی۔ جیسے عرصے سے اسے پانی نصیب نہ ہوا ہو۔ مکان ایک منزلیہ تھا۔ اور گڑھی سے تعمیر کیا گیا تھا۔ جس پر بارش کی مٹی کی کوئی سی تہ چڑھ گئی تھی۔ سورج کی تیر کرلوں کی وجہ سے گڑھی خشکی کی سی حالت میں بدل چکی تھی۔ غرض کہ تمام مکان غزب اور تنگ دستی کی منہ بولتی تصویر دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سیڑھیوں کو مچھلا لگتی ہوئی برآمدے میں آئی جہاں پتھر ہوگن سورج کی تپش سے محفوظ چھتری ماتھے میں پکڑے بیٹھا تھا۔

”ہیں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ وہ بولا۔

ماترہ اس کے نزدیک گڑھی ہو کر اسے گھونڈنے لگی۔ بوڑھے ہوگن کا چہرہ جگہ جگہ سے چھٹا ہوا تھا جہاں اب گڑھے پڑ گئے تھے۔ اس کا سر دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا

اندر جا کر دفنت کی روٹیاں توڑو۔ وہ حلق کے بل چیخا۔

ڈن تیزی سے آگے بھینٹا اور ویکوٹ کو گھر بیان سے پکڑ کر ایک زوردار گھونٹہ اس کے جگر سے پرمارہ درو کی شدت سے بلبلا کر ویکوٹ نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

”اب یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ اسی طرح گھونٹے مار مار کر منہ توڑ دوں گا۔“ ڈن امنت پیٹے ہوئے غرایا۔ ویکوٹ منہ چھپائے بلبلا تا ہوا باہر نکل گیا۔ ”تمہیں اسے اتنی بری طرح نہیں مارنا چاہیے تھا۔“ ایسی بولا۔ ڈن اس کی بات سنی ان سنی کر کے باہر جانے لگا۔

”ایک منٹ۔“ میسر خیال میں مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔“

”شکریہ کی ضرورت نہیں بڑے میاں۔“

”گولڈ ڈیر میرا خیال ہے تم سے اپنے ہاں نوکر رکھ لو۔“ وزی بولی۔

”لیکن۔“ بوڑھے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ مالیہ والے سے وہ

ڈن سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

”تمہیں اکثر مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ یہ تمہارے اسٹور کے کاموں میں مدد

بلا سکتا ہے۔“

”شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔“ ایسی کچھ سوچ کر بولا۔

”ہے مگر میری بیوی کا خیال ہے تم اسٹور کے کاموں میں میرا ماتھے بلا سکتے ہو۔“

کہو تو اس معاملے پر بات چیت ہو جائے۔“

ڈن دروازے پر پہنچ کر کا اور پھر پلٹے ہوئے بولا۔

جیسے کسی آدمی کے کندھوں پر بڑا سا تلوڑ رکھ دیا گیا ہو۔ خوفناک آنکھوں میں سبز پتیلیاں اپنی جگہ ساکن تھیں۔ جنہیں دیکھ کر ظاہر ہوتا تھا کہ یہ بنیائی کی چمک سے آزاد ہو چکی ہیں۔ مائہ کھول ہمیشہ اس کی آنکھوں کے اوپر تقریباً لٹکتی ہوئی بڑی بڑی جھوٹی اور کشادہ جبرے دیکھ کر کانپ اٹھتا تھا۔ وہ بوڑھے سے بے مدخالقت رہتی تھی۔

”تم اب تک کہاں رہی ہو؟“ بوڑھے کی آواز میں ترمیمی مترشح تھی۔
مائہ نے دھسکی کی بوتل لباس کے اندر سے نکال کر میز پر رکھ دی اور رقم سے بھری ہوئی پتیلی بوڑھے کی گود میں اچھال دی۔
بوڑھے نے اپنی کھردری انگلیوں کی مدد سے پتیلی کو کھولا اور پھر اسے اپنی غیب میں محفوظ کیا۔

”اندر چلو مجھے تم سے چند ضروری باتیں کہنا ہیں۔“

وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئی جوش تہ کاہ کہلاتا تھا۔ بوسیدہ فرنیچر کمرے میں ادھر ادھر لے ترمیمی سے پھیلا ہوا تھا۔ بوڑھا پنج پھٹری کے ذریعے رستہ تلاش کرتا ہوا کمرے میں آگیا۔ وہ دس سال سے اس اذیت میں مبتلا تھا۔ پہلے پہل تو یہ اندیز اس کے لئے وبال جان بنا رہا مگر رفتہ رفتہ وہ اس کا عادی ہوتا چلا گیا۔

مائہ ایک میز پر بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگی اور ہر گن گلاس نکالنے ایک لمبائی کو طرٹ بڑھ گیا۔

گلاس دھسکی سے بھر کر اس نے ایک لمبا گھونٹ لیا اور انگلیوں سے ہونٹ پونچتے ہوئے بولا۔

”اس وقت تمہاری عمر کتنی ہوئی؟“

”سترہ سال۔“

”ذرا میرے پاس آؤ۔“ اس نے کہا۔ مگر مائہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

”سنا نہیں تم نے؟“ وہ چلایا۔ ”یہ مت سمجھو کہ میں اندھا ہونے کی وجہ سے بے بس ہو گیا ہوں۔ میں خود بھی تمہیں پہنڑ سکتا ہوں۔“

طوفاً کر ہاؤ اس کے قریب پہنچی۔ اور الجھن آمیز لہجے میں بولی۔ ”آخر تم چاہتے کیا ہو؟“

بوڑھے نے اس کا ہاتھ کھولا اور پھر اس کے کمرے کے کھٹوں کی انگلیاں مائہ کے جسم کے مختلف اعضا پر ساپ کی طرح رینگنے لگیں۔ مائہ نے بے حسیت سے پہلو بدلا۔ اور سوچنے لگی کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟

”تم۔ اب تم مکمل طور پر جوان ہو چکی ہو۔“ تھوڑی دیر بعد بوڑھے نے گویا اپنا فیصلہ سنایا۔

”تمہارے یہ سنو میں ہاتھ مجھ سے دور رکھا کرو۔“ وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر بھلا کر بولی۔

”بیٹھ جاؤ۔“ بیٹھ جاؤ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں!“

”میرے پاس تمہاری فضول گفتگو سننے کے بے وقت نہیں ہے۔“ وہ چلا کر بولی۔ جس پر بوڑھے نے جھپٹ کر اس کے منہ پر تھپڑ چڑ دیا۔

”کیتا کی کچی مجھے معلوم ہے تم نے اب محلوں کے خلیب دیکھنا شروع کر دیے ہیں۔“

”تم یہ سمجھنے لگی ہو کہ میں تم پر قابو نہیں رکھ سکتا تو تو یہ تمہاری بھول ہے تمہاری بہتری اکی میں ہے کہ جو میں کہوں اسی پر عمل کرو۔“

مامہ نے اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑانے کی بھرپور کوشش کی مگر بوڑھے کی گتہ دنت بے حد مضبوط تھی۔

”یہ جاننا ہوتا آج کل تم کیا کل کھلا رہی ہو قصبے کے لونڈے پالتو کتوں کی طرح تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں، تمہاری ماں بھی اسی قسم کی حرکتیں کرتی تھی۔“

”تم پاگل ہو گئے ہو میں کسی لڑکے کے ساتھ نہیں بھرتی۔“

”اچھی بات ہے۔“ بوڑھے نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ ”اس مرتبہ تو میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں لیکن آئندہ ان حرکتوں کا اعادہ نہیں ہونا چاہیے۔“ بوڑھا چھٹکارا۔

”تمہیں بھی دیکھ لوں گی بڑھے کھوسٹ۔“ وہ دل ہی دل میں تلملائی۔

”اچھا جادو اب میرے لئے کھانا تیار کرو۔“

اسی لمحے مکان سے باہر چھانک کے ذلیعے ایک کہن سالہ کا دائرہ داخل ہوئی اور اس میں سے تین افراد برآمد ہوئے۔ مامہ نے کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھا۔ اور پھر بھائی ہوئی اپنے بیڈروم میں آکر بستر پر ڈھیر ہو گئی اس کی آنکھوں سے اس کی اندرونی مہمہ کی عکاسی ہو رہی تھی۔ اس کے گلاز اور سرخ مرطوب ہونٹوں پر تبسم و دھن کر رہا تھا۔

جونی اپنے باکسر کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر مامہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

باکسر بھی سینہ تانے پینے تلے قدموں سے بوڑھے کے قریب پہنچا۔ اس کے ساتھ اس کا ٹمیزینک بھی تھا۔

”بیٹھ جاؤ جونی۔ سناؤ تمہارے پیٹھے کا کیا حال ہے؟“ بوڑھا بولا۔

سرد اخمد نے جلی آتی تھیں۔ ڈلن کی شہرت کی ایک بڑی وجہ قصبے کے غنڈے و لیکو کی پٹائی بھی تھی۔

اس کی سرد ہر آنکھیں اور سفاک چہرہ دیکھ کر اکثر لوگ اس سے خائف رہتے تھے۔ بعض لوگ اسٹیا اخمدیتے ہوئے بڑی احتیاط سے اپنا مدعا بیان کرتے تھے۔ مبادا وہ ہتھیار سے اکھڑ کر ان کی بیٹی ہی نہ نکال ڈالے۔

کچھ لوگ جارج کے سیلون میں بیٹھے گفتگو کرتے تھے۔ ”موجودہ سخن ڈلن ہی تھا۔ اسی آئنا میں جونی اندر داخل ہوا وہ قصبے میں کافی مقبول شخصیت کا مالک تھا۔ سناؤ یا ر آج کل کیا کہہ رہے ہو؟“ فریڈمین نے اس سے دریافت کیا۔

”جھک مار رہا ہوں۔ جونی ناک بھونچ رہا ہے۔“

”اچھا کام ہے۔“ فریڈمین ہنس پڑا۔ ”کیا پوچھتے؟“

”رائی چلے گی۔“

جارج نے اس کی میز پر بوتل اور گلاس لاکر رکھ دیا۔

”تمہارے پیٹھے کا کیا حال ہے؟“ فریڈمین نے پوچھا۔

”ٹھیک ہے۔“ جونی شراب پیتے ہوئے بولا۔

”میں اس پر رقم لگا چکا ہوں۔ میرا خیال ہے وہ جیت جائے گا۔ ویسے فرینکس

بھی ہرا نہیں۔ میرا ارادہ پہلے اسی پر رقم لگانے کا تھا۔“ ولسن نے کہا۔

”کیا یہ اچھا ہو کہ تمہارا چٹھا ڈلن کو بھی رگڑ ڈالے؟“ فریڈمین نے کہا۔

”ڈلن۔؟“ یہ کس جانور کا نام ہے؟“

فریڈمین اسے ڈلن کے متعلق بتانے لگا۔

چیز تو قابل دید لگتی ہے۔ میں اس وقت اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ جرنی بولا۔
 جرنی اسٹور میں داخل ہوا تو اس وقت اسٹور خالی تھا۔ کاؤنٹر پر ڈن کینیاں
 لیٹے اسے گھور رہا تھا۔ اپنا لباس تودہ تبدیل کمر چکا تھا۔ گمہ شیو ابھی تک بڑھی
 ہوئی تھی۔
 اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جرنی کی رگ دپے میں سر دی کی لہر دوڑ
 گئی۔

”ایسا کہاں ہے؟“ اس نے دیے ہی بات چھڑی۔

”باہر گیا ہوا ہے۔“ جواب ملا۔

”وہ کب تک اپس آئے گا؟“

”معلوم نہیں۔“

اول درجے کا خبیث لگتا ہے۔۔۔۔۔ جرنی نے دل میں سوچا۔

”کیا تم یہاں نو وارد ہو؟“

”کیا تم ہی وہ شخص ہو جو سینکی کی پشت پناہی کر رہا ہے؟“ ڈن نے الٹا

سوال داغ دیا۔

”ہاں۔“

”اسے دن بدن کیا ہوتا جا رہا ہے؟“

”کیا مطلب؟“

”اس کا رنگ زرد ہو رہا ہے کیا تم اسے کچھ کھلاتے پلاتے نہیں ہو؟“

اس بات پر جرنی کا دماغ سلگ اٹھا۔

”سنو۔! میں اس قسم کی گفتگو کا عادی نہیں ہوں سمجھ؟“

”وہ اسے گینہ توڑ غظروں سے گھو کر بولا۔“

”کیا واقعی؟“ اس نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی ہنسی اتنی زہریلی محسوس
 ہوئی کہ جرنی نے گھبرا کر موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

”فریکس کا سینکی سے مقابلے پا چکا ہے؟ وہ بولا۔“

”اور سینکی جیت جائے گا۔ کیوں؟“

”نہیں میرا خیال ہے وہ ہار جائے گا۔ اور میری اس پر لگائی ہوئی رقم پر

پانی پھر جائے گا۔“

لیکن میرا خیال ہے میں اگرچاہوں تو تم یہ مقابلہ جیت سکتے ہو۔ ڈن کا

اچھٹنی خیر تھا۔

”تت۔۔۔۔۔ تم۔“

”میں کوئی ایسی ترکیب سوچ سکتا ہوں جس سے سینکی جیت جائے اور

تمہاری رقم بھی نہ ڈوبے۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ جرنی آنچلے کر کہا۔

”یہ میں تمہیں تمہاری رہنمائی کے بعد ہی بتاؤں گا۔“

”اچھی بات ہے۔ اگر تم رات کو پچ کے مکان پر پہنچ جاؤ تو اس سکے پر

گفتگو ہو سکتی ہے۔“

”پچ ہو گئی۔۔۔۔۔ وہ بوڑھا لکھ۔۔۔۔۔؟“ ڈن نے سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں وہ اندھا ہے۔ اور فقیر سے باہر ایک مکان میں رہتا ہے۔“

”مجھے منظور ہے اور کون کون سینی میں دل چسپی لے رہا ہے؟“
 ایک تو بینک ہے وہ اس کا ٹرنیر ہے۔ اور دوسرا مورگن جو کہ بانگ کے
 منتظم کی حیثیت رکھتا ہے۔
 ”رات کو ان دونوں کو بھی لے آنا البتہ سینی کو اس معاملے سے الگ ہی رکھا جائے
 تو بہتر ہے۔“

جب جرنی واپس لوٹا تو اس کے دل پر ڈلن کی دھاک بیٹھ چکی تھی، نہ جانے
 کیوں اسے یقین ہو چلا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا، وہ کمرے کے بھی دکھا سکتا ہے۔
 مائہ ڈلن کے بارے میں لوگوں کی باتیں سننے کے بعد اسے ایک نظر دیکھنے کے لئے
 بے چین ہو گیا ادنیٰ ایڈی کی ہوتیاں کھٹاک۔ کھٹاک سجاتی ہوئی جب
 وہ اسٹور میں داخل ہوئی تو اسے یقین تھا کہ ڈلن اس کا چپٹ اور باریک لباس
 دیکھ کر اس کے قدموں میں لوٹنے لگے گا۔

”اندھا جاؤ باہر کھڑی کیا دیکھ رہی ہو؟“ ڈلن نے اسے دروازے پر کھڑا
 دیکھ کر کہا۔
 وہ اندر چلی گئی۔

”کیا چاہتے؟“ ڈلن نے چیونٹم منہ میں گھماتے ہوئے پوچھا۔
 ”اگر تم اپنا انداز گفتگو بدل دو تو بہترین سیلزمین بن سکتے ہو“ مائہ نے
 بے نیازی سے پرس گھماتے ہوئے کہا۔

”میں کیوں سننے کے موڈ میں نہیں ہوں اگر کچھ لینا ہے تو دو دن یہاں سے
 بھاگ جاؤ۔“ وہ تیزی سے بولا۔ مائہ نے تلملا کر اس کے منہ پر ہتھ پڑا دینا چاہا۔

مگر ڈلن نے پھرتی سے اس کی کٹائی پکڑ لی۔
 ”اپنے آپے میں رہو کتیا۔“ وہ غرایا۔ ”فلٹی ہیروئینوں کے سے ناروا مذاکرہ کیا
 نہیں چلیں گے۔“
 ”یو باسٹرڈ!“ وہ حلق کے بل چیخی۔ ”میں تمہیں اپنی اس بے عزتی کا مزہ چکھا
 دوں گی۔“

ایسی تکرار سن کر باہر نکلا اور بولا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“
 ”تم نے ایک نہایت بدتمیز، اجڈ اور گنوار شخص کو یہاں ملازم رکھا ہے اس نے
 میری“

ڈلن نے پھر سے بھیسنے کی طرح ہاتھ گھما کر ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا
 اور لات گھما کر ایسی زور سے مائہ کے کمرے پر ماری کہ وہ لڑکھڑاتی ہوئی دروازے
 سے باہر نکل کر سڑک پر جا پڑی۔

”یہ۔۔۔ یہ تم نے کیا کر دیا۔“ ایسی غصے سے بولا۔ ”یہ بوڑھے پنج ہون کی لڑکی
 ہے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ ہنگامہ کھڑا کر دے گا۔“

”بس۔ بس میں کچھ سننا نہیں چاہتا ان عواذ کی بچیوں نے آگے میرا ناطقہ
 بند کر رکھا ہے، جسے دیکھو نانا دادا دکھالنے چلی آتی ہے۔“

”کچھ میکر کاروبار کا خیال کر لو گ کیا کہیں گے؟“ ایسی اس کے پیچھے
 یاد دہانی کرنے میں آتا ہوا بولا۔

”اب یہ ٹرنڈ بند کرو۔“ ڈلن غرایا۔ ”تمہارے کاروبار کا کچھ نہیں بگڑتا یہ
 منجوس کاروبار تو بدبو کی طرح سائے قصبے میں پھیلا ہوا ہے بس بس اب میں

مزید کچھ نہیں سنوں گا۔

۴

تمام لوگ ڈلن کے انتظار میں پنج کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ چاند کی مسحور کن روشنی درختوں سے چھن چھن کر ان کے چہروں پر پڑ رہی تھی۔
 مائیکہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں دوتے دوتے سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ شدید نفرت کی وجہ سے بگڑ گیا تھا۔
 ”آخر وہ کون؟“ بوڑھے سوال تیسری مرتبہ کہہ رہا تھا۔
 ”میں کیا بتا سکتا ہوں۔۔۔ مجھے تو اتنا ہی معلوم ہے کہ وہ ہمیں کوئی اچھا مشورہ دینے آ رہے۔“ جرنی نے کہا۔
 تھوڑی دیر بعد ڈلن اندھیرے کی چادر سے نمودار ہوا اور پردے میں آگیا۔

”پنج۔ ڈلن آگیا ہے۔“ جرنی نے اسے بتایا۔
 بوڑھے نے ٹول کہ ڈلن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور بولا۔
 ”ہوں۔۔۔ تو تم ہو ڈلن۔۔۔ خدائی فوجدار۔۔۔!“ اس کی آواز میں

تضحیک پوشیدہ تھی۔

ڈلن نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ پھیر لیا اور اک نگاہ غلط ادا زبندے کے چہرے پر ڈالی۔

”اپنا ہاتھ مجھے پکڑو میں اندازہ کہہ نا چاہتا ہوں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔“
 ڈلن نے اپنا ہاتھ اسے پکڑ دیا۔ بوڑھے نے آہستہ آہستہ اپنی گھر دری انگلیوں کا دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔ ڈلن کی انگلیاں چرچ پٹخ اٹھیں۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرات ابھر آئے۔ بوڑھے کی گہ فنت رفتہ رفتہ ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

دفترا ڈلن کا الٹا ہاتھ گھوما اور بوڑھے پنج کی کپٹی پر ایک دھماکہ سا ہوا۔
 بوڑھے کے ہونٹوں سے دبی دبی درد انگیز سکاری نکلی اور اس نے گہرا کہہ ڈلن کا ہاتھ پھوڑ دیا۔

”اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ میں کتنے پانی میں ہوں۔!“ ڈلن غرایا کافی دیر تک اس خاموشی مسلط رہی۔ بالآخر بوڑھا کھٹکار کر بولا۔
 ”میکہ یہ شخص ہاتھ چلانا بھی جانتا ہے۔ اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔
 ”تم کیا پینا پسند کر سکتے؟“ جرنی نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔“ ڈلن بولا۔ ”ہاں تو تم لوگ مقابلے میں سینکڑی کے جیتنے کے خواہش مند ہو۔۔۔ سنو۔۔۔ وہ اس وقت تک فرنیس کو نہیں ہرا سکتا جب فرنیس اپنے پرانے داؤ بیچ بھول نہ جائے یا دوسرے لفظوں میں وہ ان کا استعمال ہی نہ کرے۔۔۔“

نکال سکتا ہے۔

”یہ وقت آنے پر ہی معلوم ہوگا کہ کون کسکی جیتی نکالتا ہے۔“ ڈن بولا
تمام لوگ چلے گئے مگر وہ وہیں بیٹھا رہا۔

”بزنس تمہیں اسی وقت پہچان لیا تھا۔“ بوڑھے نے پچھلے آہٹکی سے کہا۔
..... ”مگر تمہیں اتنے زور سے کہہ مارنا کس نے سکھایا ہے؟“

”اب اس ذکر کو چھوڑو وہ مکہ میں نے تمہاری خواہش پر مارا تھا..... کیا تم
یہاں اکیلے ہو؟“

”نہیں میری لڑکی بھی ساتھ رہتی ہے۔“

”میں جلد ہی اس قبضے سے کہیں اور نکل جانا چاہتا ہوں۔ یہاں دولت مکمل نہ کرے
امکانات غیر واضح ہیں۔ کیا تم میرا ساتھ دینا پسند کرو گے؟“

”نہیں.....“ بوڑھے نے سرگوشیا نہ لہجے میں کہا۔ ”میں اب کہیں نہیں جانا چاہتا۔“
”بزنس نے کس کو شوٹ کر دیا ہے؟“ ڈن نے میز پر جھکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

دروازے کے پیچھے بھیڑی ہوئی ماہرہ سر سے پاؤں تک لڑا کھی۔

”ہاں وہ بہت سنگدل تھا۔“ بچہ کی آواز مزید دھیمی ہو گئی تھی

”آج کل میں روپوش ہوں؟“ ڈن کہہ رہا تھا۔ ”فیڈرل فورس میرے پیچھے

ہوئی ہے۔“

بوڑھا خاموش تھا اس کی بے نور آنکھیں غلام میں ساکت ہو کر رہ گئی تھیں۔

”فرینکس کے متعلق کیا جانتے ہو؟“ ڈن نے پوچھا۔

”وہ بوڑھا گدھ..... بہترین بائس ہے اب تک کافی دولت کما چکا ہے۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو مکمل کہ بات کرو۔“ جرنی نے پہلو بدل کر کہا۔

”پہلے تو تم لوگ یہ بتاؤ کہ جو شورہ میں دوں گا۔ تم اس کی فیس ادا کرنے کے

متعلق بھی ہو یا نہیں؟“

”بولو کتنا معاوضہ لو گے؟“ بھیڑیے کی شکل والا مورگن بولا۔

”پانچ سو ڈالر..... بولو منظور ہے..... اس صلے میں میں الیا بندوبست

کر سکتا ہوں کہ سینیکی ہر حالت میں جیت جائے گا۔“

”یہ بہت زیادہ ہے۔“ جرنی نے احتجاج کیا۔

”تمہاری مرضی؟“ ڈن نے لا پرواہی سے کہا۔ ”اگر تم لوگ اتنی سی رقم کی

خاطر لگائی ہوئی ساری دولت ضائع کر دینا چاہتے ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے

”اچھی بات ہے پانچ سو سو می لے لینا۔“ مورگن نے کہا۔ ”مگر یہ رقم سینیکی کے

جیتنے کے بعد ہی ملے گی۔“

”اوہ نہ..... کچھ ایڈوائس بھی ہونا چاہیے مجھے کچھ اخراجات بھی برداشت

کر نے ہیں۔“

ہر شخص نے صلاح مشورے کے بعد اپنی اپنی جیبیں میز پر لٹ دیں اس طرح

کل ایک سو ڈالر جمع ہو گئے۔ ڈن نے یہ رقم جیب میں ٹھونس لی۔

”اب بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”میں فرینکس کو اس بات پر مجبور کر دوں گا کہ وہ کسی ماؤنڈ کے دوران غوطہ

مار جائے،“ ڈن نے معنی خیز لہجے میں ہر ایک کی جانب دیکھا۔

”اوہ خدا کی پناہ۔“ بچہ نے سیٹی بجاتے ہوئے کہا۔ ”وہ تمہاری جیتی بھی

جب تھوڑی دیر بعد ڈلن جانے کے لئے اٹھا تو ماہرہ دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں پہنچی اور کھڑکی سے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی۔ جو گرد و پیش سے بے خبر دور اندھیرے میں مدغم ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لہتر پر آکر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ڈلن کا سفاک اور بے حس چہرہ گھوم رہا تھا اس کی سر دھڑانکھیں بار بار اس کے سامنے آجاتی تھیں۔

پیندا اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ جانتی رہی..... جانتی رہی..... اور پھر دفعتاً اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کے قطرے ڈھلک پڑے۔ ”ادھ مجھے تم سے شدید نفرت ہے.....!“ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔

۵

جرنی تہایت احتیاط سے کئی پچھلی سڑک پر کار چلا رہا تھا۔ ڈلن پچھلی سیٹ

پر بیٹھا تھا۔ نیلٹ ہیٹ اس کی آنکھوں پر بھکا ہوا تھا۔

رستے میں جرنی کے اصرار پر ڈلن نے بتایا کہ وہ فرنیس کے ہاں جا رہے ہیں۔

”سو صاف جرنی!“ ڈلن نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ ”ہم لوگ فرنیس

کے ہاں مہمان بن کر نہیں جا رہے۔ لہذا جاتے ہی معاملے کی بات شروع کر دینی ہے۔“ بل۔ لیکن اگر میں نے سخت لہجے میں بات کی تو وہ بھیچرا بیٹھے گا۔“ جرنی نے عجیب سا ظاہر کیا۔

”پڑا وہ مت کر و پھرے ہوئے جیسے سدھانا میری پرانی بائی ہے۔“ ڈلن بولا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سوٹ کی اندر کی جیب سے آکٹو میٹک کولٹ کھینچ لیا۔ دیر لاور دیکھ کر جرنی گھبرا گیا۔

”یہ..... یہ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟“ وہ تھوک نکلے ہوئے بولا۔ ”تمہیں یہ سونے کر دہلا ہونے کی ضرورت نہیں۔“ ڈلن نے گھور کر بولا۔ جرنی اندر ہی اندر ہچک و تاب کھا کر رہ گیا۔ پھیپھڑے کا چڑھائی چڑھاتے ہوئے بُری طرح لہرائی اور جرنی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”کیا تم..... اسے استعمال کرنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟“

”نہیں.....“ ڈلن نے جواب دیا۔ ”بشرطیکہ اس نے کوئی حاکمت نہ کی تو.....“

”سنو۔“ جرنی نے ہچکچا کر کہا۔ ”میں کسی قتل کے کیس میں ملوث نہیں ہونا چاہتا

میرا تو یہ خیال تھا کہ یہ کام بغیر کسی غیر معمولی حادثے کے رد نما ہونے سے پا جائے گا۔“

ڈلن نے ایک دم ہاتھ پڑھا کر کار کا سو پچ آف کر دیا اور کار روک گئی۔

”کیوں؟“ جرنی نے پوچھا۔

”کان کھول کر سن لو صاف جرنی!“ ڈلن نے ایک ایک لفظ جباتے ہوئے خوفناک

لہجے میں کہا۔ ”تم اس وقت میرے ساتھ جا رہے ہو اور مجھے ایک بُری سی عادت یہ ہے

کہ میں اپنے کام میں کسی کا مین بیج نکالنا پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے

کہ میں جو کچھ کہوں بلا چین و چرا اس کی تعمیل کر دو ورنہ " جرنی کا رنگ زرد پڑ گیا یہ دُلیں کے خونا تک لہجے ہی کا اثر تھا۔

"بب..... بہت بہتر" وہ بمشکل تمام کہہ سکا۔

کام ایک مرتبہ پھر سڑک پر دوڑنے لگی۔ بالآخر وہ گیارہ بجے کے قریب فرنیس کے گھر پہنچ گئی۔

وہ دو نصف درختوں کی قطار کے ساتھ ساتھ دروازے کے قریب پہنچی۔ جرنی نے کال میل پر نگلی دکھ دی، دو کہیں اندر سے گھنٹی کی مترنم آواز سنائی دینے لگی، عورتوں کی دیرینہ دلفانست پر ایک عورت کا چہرہ نمودار ہوا وہ ایک جوان اور پرکشش عورت تھی بالسیا، اور دروازہ صمت مند کمال اور سرخ و شاداب ہونٹ چاندک روشنی میں چمک رہے تھے۔ دوسرے کی تکی ہوئی گڈاڑ چھائیوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک بھرپور عورت تھی۔

"کس سے ملتا ہے؟" اس نے دریافت کیا۔

"کیوں سے... کیا وہ اندر ہے؟" جرنی نے کہا۔

"اس سے میں نے تمہارے بلے میں کیا بتاؤں؟"

جرنی نے ایک دھکے سے اسے پیسے دھکیلا اور خود ڈان کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔

عورت کا چہرہ خوش سے سفید پڑ گیا۔

جرنی نشست گاہ میں پہنچا جہاں فرنیس ایک آدمی پر نیم دواڑ ایک مشیر خوار بچے کو بوتل کے ذریعے دودھ پلا رہا تھا۔

فرنیس ایک چوڑے چکے سینے اور بھاری جبروں والا درمیانی عمر کا آدمی

تھا۔ بالنگ کے میدان میں آج کل چاروں طرف اسی کے تذکرے ہو رہے تھے۔ عورت دروازے میں تے کھڑے جرنی کو دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور جھپٹ کر بچہ فرنیس کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ جو کہ گھبرائے ہوئے انداز سے دونوں آدمیوں کی طرف استعجابیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ بھی کوئی آنے کا طریقہ ہے؟" اس نے جرنی سے غرا کر کہا۔ جرنی جواب دیتے ہوئے قہقہے لہرایا کیونکہ وہ پہلے ہی فرنیس سے دبتا تھا، مگر یہاں تو صورت حال یہ تھی کہ وہ دو چکیوں کے درمیان پس کر رہ گیا تھا۔

"ہم تم سے کاروباری گفتگو کرنے آئے ہیں۔ وہ ہمت کر کے بولا۔

"لہذا دیرینہ بچے کو باہر لے جاؤ، فرنیس نے اپنی بیوی کو ہدایت کی۔

وہ بچے کو لے کر باہر چلی گئی۔ مگر چند لمحوں بعد بچے کو لے کر کمرے میں لوٹ آئی۔

"اچھا تو شروع کر دو کاروباری گفتگو؟ فرنیس نے خشک ہجے میں کہا۔

"ہم تمہیں یہ بتانے آئے ہیں کہ سینیکی اس مرتبہ جیتنے جا رہا ہے۔"

"اچھا۔؟" فرنیس نے خندہ استہزوا کیا۔ "بشرطیکہ وہ آخری راؤنڈ تک

جائتا رہے؟"

"وہ جائتا ہی ہے گا... مسنا تم نے....؟ بلکہ تم خود ہی کسی راؤنڈ میں غلط

مار جاؤ گے۔"

"واو... واہ یہ کسی دشمن نے ہی اڑائی ہو گی۔" اس کا لہجہ پستور تھا۔

"یہ افواہ نہیں بلکہ حقیقت ہے.... تم واقعی غلط ٹکائے جا رہے ہو، دُلیں

بولا۔

”اُدھ تم...“ فرنیس نے چونک کر اسے دیکھا جیسے اس سے قبل وہ اس کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو۔ ”لیکن تم ہو کون مسٹر...“ مجھے تو شکل سے اٹھائی تیرے دکھائی دیتے ہو۔“

”فرنیس تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔“ جرنی بولا۔
”اس سے پہلے کہ میں تم دونوں کو اٹھا کر باہر بھیج سکوں دوں یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔“ فرنیس جھلا کر بولا۔

”عدم تعاون کی صورت میں تم کی مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہو مسٹر فرنیس“ ڈن سر دیچے میں بولا۔

”یہ اپنی بات کو دہرانے کا عادی نہیں ہوں؟“ وہ لا پرواہی سے بولا۔

”اچھی بات ہے۔ مسٹر ڈن میں تمہیں...“ لیکن اس سے قبل کہ ڈن فقرہ مکمل نہ کرنا فرنیس کا ہاتھ تیزی سے میز کی دراز کی طرف بڑھا اچانک فرنیس کی بیوی خوفزدہ انداز میں اٹھی۔ اٹھنے ہی لمحے ڈن کے ہاتھ میں آٹومینک کولٹ نظر آ رہا تھا۔ فرنیس نے ہلٹ کر صُوتِ حال کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ دراز سے پرے کیچھ لیا تھا۔ یہ لحاظ لیے خطرناک سمجھتے کہ جرنی کے رگڑے میں سنسنی ہٹ کی لہر دوڑ گئی... فرنیس کی بیوی اس کے شانوں سے لگی سسکیاں لے رہی تھی۔

”سنوٹر گلسر!“ ڈن بولا۔ ”تم سے جو کہا جا رہا ہے تم وہی کہو گے کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ ہم نے اس لڑکے پر بے انتہاء قہر لگا دیا ہے اور اب اسے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ میری ہدایت ہے کہ تم مقابلے کے دوران پانچویں راؤنڈ میں چپ چاپ غوطہ لگا جانا۔“ فرنیس خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

”جب تم اسٹیج پر نمودار ہو گے تو اپنے جوش و خروش کا اظہار کرو گے اور سینی پر بڑھ چڑھ کر حملے کرو گے۔ مگر پانچویں راؤنڈ میں تمہیں سینی کا ایکٹ اتفاقاً کم نہ کرنا پڑے گا۔ جس کی وجہ سے تم گر جاؤ گے۔ اور دس تک کتنی گنتے کے باوجود بھی نہیں اٹھو گے۔ اور دیکھو مجھے ڈبل کر اس کرنے کی سزا بہت بھیانک ہوتی ہے قتل کرنا میسر نہ لے لو نہیں ہے جیسے چوٹی پکڑ کر مسل دی جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اپنے بچے سے ہاتھ دھو لیجھو... کہو تمہارا کیا خیال ہے؟“
”اوکے...“ فرنیس آہستگی سے بولا۔ ”سینی جیت جائے گا۔“

ڈن کو ایڑی کے اسٹور پر اتارنے کے بعد جرنی نے سگریٹ سلاک کر گاڑی آگ بڑھا دی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ آسمان پر پھلتے زورے کا دکھا بادل اس وقت چھوٹے چھوٹے بھتے لگ رہے تھے چاند بلبلیوں سے آنکھ چولی کھیلنے میں مصروف تھا۔

جرنی کا ذہن گزشتہ واقعات میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ آج اس پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی تھی کہ جس کی لامٹی ہوتی ہے۔ بھیتیں بھی اسی کی ملکیت ہوتی ہے۔

میدان تحقیق رکھنے والوں کا ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ فرنیس جیما فی طور پر ڈالیں سے دو گنا تھا مگر ریڈالور کے سامنے اسے زیر ہونا ہی پڑا۔

اچانک ایک لکش خیال کے زیر اثر اس نے کار کو دائیں جانب موڑ دیا۔ بچ کے مکان کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی بھاڑیوں میں پھپائی، سگٹ جلائی اور اندر سے کی ادٹ لیتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ ماٹہ کی کھڑکی سے سیپ کی روشنی باہر آرہی ہے۔ قریب پہنچ کر اس نے کھڑکی کو اندر دھکیلا جو کہ پہلے سے کھلی ہوئے کے سبب اندر کی جانب کھسکتی چلی گئی۔

وہ دھکے سے پہلے سے اندر کو دگیا۔ سامنے ماٹہ مختصر سا لباس پہنے کھڑی تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے کھڑکی کا قفل بند کر دیا۔

”کون؟“ آہٹ پا کر ماٹہ اس کی طرف پلٹی۔

”سب بے بی کیا تم اس وقت تنہا ہو؟“ وہ حوث چاٹتے ہوئے بولا۔

”ہاں.... لیکن تم اس وقت یہاں؟“ وہ گہرے استعجاب سے بولی۔

”پوڑھا کہاں ہے؟“ وہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

”وہ باہر گیا ہوا ہے۔ مگر اس وقت تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا وہ اب

آتا ہی ہوگا۔“

”پر تھ مت کہہ۔“ وہ اسے اپنی آغوش میں لیتے ہوئے بولا۔ ”البتہ تم خود چھینے

کی کوشش نہ کرنا، ماٹہ نے مرغ بھل کی طرح چلنا شروع کر دیا۔

”وہ آجائے گا نک.... پلین.... تمہیں نہیں معلوم وہ دیے پاؤ

چلا آتا ہے.... اس وقت تک ڈیڑہ.... دیکھو میرا کہا مانو.... اوہ پلین.... لیکن جرنی اس کے احتیاط سے بچنے کا اس کے ہونٹوں پر بوسے سے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ دونوں کے جذبات براہ گلیختہ ہوتے جاتے تھے۔ جرنی نے اس کے جسم پر موجود مختصر لباس کو کبھی اتار کھینکا اور پھر جب وہ اٹا لیا اس بھی اتارنے جا رہا تھا تو باہر سے کھٹکے کی آواز نے اسے چمکا دیا۔

پوڑھا بچ اپنا بھاری جسم گھسیٹتا ہوا ماٹہ کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ نہ جانے کس وجہ کے تحت وہ فضا کو گرم اور بھاری بھاری ماحوس کر رہا تھا۔ سیرینا چڑھ کر وہ ہر آمد سے ہنسیا اور ہوا کو سونگھتے ہوئے اس نے سوچا کہ یقیناً طوفان کی آمد آمد ہے۔

ماٹہ کو بھی احساس ہو چکا تھا کہ پوڑھا آگیا ہے۔ اس نے جرنی کی آغوش سے علیحدہ ہوتے ہوئے۔ اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جرنی کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

بچ اس کے کمرے میں داخل ہوا تو کمرے میں پھانے ہوئے گہرے سکوت نے اس کے کان کھڑکے کر دیے۔ اس وقت ماٹہ کے جسم پر سوزوں اور جوتوں کے علاوہ کبھی قسم کا لباس نہ تھا۔ دن بالکل ساکت و جامت کھڑکی پوڑھے کو دیکھ رہی تھی۔

”میں سونے جا رہی تھی۔“ اس نے بے خوف لہجے میں کہا۔

”اتنی دیر میں.... اب تک کیا کر رہی تھیں؟“ پوڑھے نے شکوک لہجے

میں کہا۔

”وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کر چکا تھا۔ جرنی کی پیشانی پسینے سے بھیگ چکی

کھتی۔ مائہ نے جلدی جلدی کپڑے پہنے شروع کر دیئے۔ کپڑوں کی سرسراہٹ سے بوڑھے کے کان کھڑے ہو گئے۔

”یہ تم کیا کر رہی ہو؟“ وہ تیز لہجے میں بولا۔ لباس مائہ کے ہاتھوں سے نکلی کہ فرش پر گر رہا۔

”میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں سونے جا رہی کھتی“

”مجھے صاف صاف بتا دو یہاں کیا ہو رہا ہے۔“ بوڑھا غرایا۔ اور یہ

تم نے لباس کیوں اتارا ہے؟

”آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔“ مائہ نے جھلا کر کہا۔ ”مجھے گہری

لگ رہی تھی اس لئے میں نے کپڑے اتار دیئے۔ کیا کپڑے اتار کر سونا جرم ہے؟

”ذرا سیکھ پاس آؤ۔“ وہ پھٹکا رہا۔

”تم پاگل ہو گئے۔“ مائہ نے غصے سے چلا کر کہا۔ ”پتہ فاسٹ سے کچھ دیر سوچنا

رہا۔ پھر اس نے وردانے کا تالا لگا دیا۔ کھڑکی کا قفل کھول کر دیکھا اور واپس پلٹ

کہہ بولا۔

”یہاں ضرور تم کسی حرام مزے کو لاتی ہو اور وہ حرام زادہ اب تک یہاں

موجود ہے۔“ بوڑھے نے صحتی انداز میں کہا۔

”تم خواہ مخواہ الٹی میڈی باتیں کر کے مجھے پریشان کر رہے ہو۔ جاؤ جا کر آرام

سے سو جاؤ اور مجھے سونے دو۔“

بوڑھے نے ایک ہی جہت میں مائہ کو دبوچ لیا۔

”چھوڑ دو مجھے.... چھوڑ دو۔“ مائہ کی آواز چیخ میں بدل گئی۔

”بتاؤ یہاں کون آیا ہے؟“

”تم پاگل ہو گئے ہو یہاں کوئی نہیں آیا۔“

ایک زوردار تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا اور پھر بوڑھے کے دونوں ہاتھ حرکت

میں آ گئے۔ مائہ کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلی رہی تھیں۔ اس نے بوڑھے کی گرفت

سے نکلی کہ بھاگ جانا چاہا۔ مگر بوڑھے نے اسے یکدم کھٹے سے دبوچ لیا۔

جہتی بڑا بڑا کہہ کھڑکی کی طرف بھاگا اور کھڑکی کھول کر دھڑام سے نیچے کود پڑا

پھر اٹھا اور سر پٹ کار کی طرف بھاگ لیا۔

کافی جدوجہد کے بعد مائہ نے اپنا کلا بوڑھے کی شکمہ نما انگلیوں سے

چھڑایا اور سنگھار میز کی طرف دوڑی۔ بوڑھا اس کے پیچھے ٹامک ٹوٹیاں مارتا ہوا پکا

اس کے حلق سے عجیب قسم کی غراہٹیں نکلی رہی تھیں۔ مائہ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج

وہ اسے جان سے مار ڈالے گا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے خوف و دہشت کے سائے منڈلا رہے تھے۔ اچانک

اس نے کچھ سوچا.... ایک نظر اٹپتے ہوئے بوڑھے کو دیکھا اور پھر؟

سنگھار میز پر پڑی ہوئی دزنی مورتی بوڑھے کے سر پر دے ماری۔

بال ہیں اتنا ریش ہو گیا تھا کہ جہتی اڈون اور مورچن کو ہشکل جگہ مل سکی۔ وہ

لوگ، رنگ کے، وہیں جانب اور کچائی والے حصے پر بیٹھے تھے رنگ کو روشن رکھنے کے لئے
آرک لائٹس جلائی تھیں۔ آرک لائٹس کے اوپر منڈلاتا ہوا دھواں ایسے چمک
رہا تھا، جیسے کسی تندرست میدان سے دھند اور غبار کا دیلا اٹھتا ہے۔ ہال کی گھٹن میں
پتھر پر ایک اجڑا ہوا چار دیواری تھا۔

ڈلن نے اپنے کالمہ موڈ کو سیدھے لئے اور لائی کی گمرہ کھول دی۔

”جم نے سینی کو کد پچھا؟“ جم نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

”تمہیں اس کی طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے بالآخر اسے

جیتنا ہی ہے۔ میں ابھی فرنیس کے کمرے میں گیا تھا۔“

”پھر؟“

”کچھ نہیں ذرا یاد دہانی کرانے کی غرض سے گیا تھا تاکہ وہ اپنا پارٹ ادا

کرنا نہ بھول سکے۔“

”کچھ بچکے کے بلے میں بھی سنا؟“ اس کے بائیں جانب بیٹھا ہوا مورگن آہستہ

سے اس کے کان میں بولا۔ اگرچہ اس نے یہ بات سرگوشی میں کہی تھی۔ مگر جم نے بھی اسے

سن لیا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ یہ سن کر ایک دم پھیکا پڑ گیا۔

”کیوں۔ اسے کیا ہوا؟“ ڈلن نے پوچھا۔

”تم نے نہیں سنا کسی شخص نے اس کا سر بھاڑ دیا ہے۔“

”کیا ایک ہے ہو؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”صحیح یک رہا ہوں۔۔۔ یہ کل رات کی بات ہے۔ بوڑھا بچہ جب معمول

پہل قدمی کے بعد گھر لوٹا تو اسے شک گذرا کہ ماٹہ کسی کے ساتھ اپنے کمرے میں رنگ

دلیان ملنے میں مصروف ہے۔ سو اس نے وہاں جا کر اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی
مگر نہ صرف وہ شخص صاف نکل گیا، بلکہ جاتے ہوئے ایک مدد سے بوڑھے کا سر
بھی پھاڑ گیا۔ بوڑھے نے ماٹہ کو ہنر سے دلا کر اس کی کھال اوجھڑا دی۔ خود اس
کی حالت بھی خراب ہے اس وجہ سے یہاں نہیں آسکا ہے۔

اس شخص کا کچھ پتہ چلا؟“ ڈلن کی نظریں جم کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں

جو سر جھکائے ہونٹ چبا رہا تھا۔

”بوڑھے نے ماٹہ سے اس کا نام اگلا نے کابلے حد جتن کیا مگر اس سلسلے میں

ماٹہ نے اپنی زبان کو تالہ لگا دیا ہوا ہے۔“

جم نے دو مال سے پیشانی کا پسینہ پوچھا اور سر اٹھا کر رنگ کی جانب دیکھنے

لگا۔ وہ یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ

بھی اس نے نہیں سنا ہے۔

”چانک فرنیس اور سینی رنگ میں ظاہر ہوئے۔ ہال کمرہ تالیوں کے شور سے

گرنے لگا۔ مجمع میں جوش و خروش کی ہر دوڑ تھی۔“

فرنیس ماتہ ہلا ہلا کر ان لوگوں کے غروں کا جواب دے رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں

پر جاندار مسکراہٹ دھندہ ہی تھی۔

ہال کمرے میں ایک طوفان بدتمیزی پھا تھا، تماشائی باکسوں پر ہونٹنگ کر

رہے تھے۔ کچھ لوگ جوش و خروش کے عالم میں پھل، سگٹ اور دوسری اشیاء ان کے

اد پر اچھاں رہے تھے۔

سینی اچھل اچھل کر فرنیس کا ماتہ چڑا رہا تھا۔

لگتا ہے یہ بندر کا کچھ نہیں لے ڈوبے گا۔ جہتی دانت ہیں کہہ لو لا۔
ایک پتہ قدر لیزی جیڈ مائیکسے رنگ میں نمودار ہوا اور لوگوں کو پر امن
رہنے کی تلقین کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد بگل بجا اور پہلے لاؤنڈ کا آغاز ہوا۔

دونوں باکسز ایک دوسرے کے درمقابل آگئے۔ سینی مہارنہ اذان میں فرنیس
کے ارد گرد اچھل کود رہا تھا۔ پھر اچانک اس نے سر کو جھکایا اور دائیں جانب سے
فرنیس کیے مارنے لگا۔ فرنیس پر ان کون کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دائیں سے جھکاؤ
دے کر جو نہی سینی فرنیس کی بائیں جانب لپکا۔ فرنیس نے ایک تلا ہوا گھونٹ
اس کی گود پر جڑ دیا۔ سینی ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا چند لمحوں کے لئے اس کی گود
اکڑ کر رہ گئی تھی۔

جھج جوش و خروش سے چلا اٹھا۔

فرنیس تیزی سے دوبارہ اس کی جانب لپکا سینی سے سہارے لگا اس
کے پیچھے چھانسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ فرنیس اس پر حملہ آور ہوا سینی نے جھکاؤ دئی
اور پھر اسے فرنیس کی دائیں پسلی پر حملہ کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اس نے لگاتار کئی
کے مارے جس کے نتیجے میں فرنیس کے دم اکھڑ گئے۔ اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ
گیا۔ اسی لمحے بگل نے لاؤنڈ ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور دونوں باکسز اپنی
جگہوں پر چلے گئے۔

ان میں ایک مرتبہ پھر طوفان بدتمیزی اٹھا۔ لوگ حلق پھاڑ پھاڑ کر سینی
کو داد دے رہے تھے۔ اس کے باوجود جہتی مطلبین نظر نہیں آ رہا تھا۔ سینی ریلوے

کے سہارے سے لگا کھڑا تھا۔ اور بیک توڑنے سے اسے اس کا لپینہ صاف گم رہا تھا
دوسرا لاؤنڈ شروع ہوا۔

فرنیس جارحانہ انداز میں جیت لگا کر سینی کے کاربڑ میں اتر گیا۔ اور پھر اس سے
قبل کہ سینی سنبھل سکا۔ فرنیس نے دھڑا دھڑا اس کے کئی ماتھے جڑ دیئے سینی لکلا
کہ اس پر پھپھاتا فرنیس کے چپے تلے گھونٹے اس کے چہرے پر پڑے دوسری مصیبت نے
سینی کو لکلا دیا۔

ان میں پھر سلیوں اور پر مسرت چیخوں کی لہر دوڑ گئی۔ تماشائی اچھل اچھل
کر فرنیس کو ہدایت کر رہے تھے کہ وہ اپنے مخالف کو دبا دے۔ فرنیس اس
دست سے حد پھیرا ہوا نظر آ رہا تھا۔

اب دونوں باکسز اپنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو کینہ توڑ نظروں سے
گھور رہے تھے سینی کے جہڑے سے خون بہہ رہا تھا۔ اور داہنی کپٹی کی جلد بھی
چھٹ گئی تھی۔ وہ بے چینی سے کھینچے موقع کی تلاش میں اور ہر دھڑکے پر سرج رہا
تھا۔

سینی اس سے دور رہنے کی کوشش کر دیتا ہوا۔ جہتی نے اسے لگا لگا
سینی نے اس کی ہدایت کو بلا چون دھڑا قبول کر لیا تھا۔ اب وہ اپنی ہی
جگہ پر کود پھا کر نہر کے وقت گزرا رہا تھا۔ دفعتاً فرنیس ایک ہی جیت میں اس کے
سر پر چڑھ گیا اور پھر اس کے دونوں کسے با آواز سینی کی ٹانٹ پر نکلے سینی
کی آنکھوں میں نیلے پیلے، ہرے، اور دے کئی رنگوں والے تارے ایک ساتھ برٹ
اٹے اور وہ گھٹنوں کے بل فرش پر آ رہا۔ ریزی اس پر پھپھکا گئی کہ رہا تھا۔

اطینان کی ایک طویل سانس جرنی کے ہونٹوں سے خارج ہوئی تماشائی چلا
چلا کر فرنیس کو ہوشیار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ریفری نے گنتی شروع کر
دی تھی

سینکی رسوں کا سہارا لئے کھڑا بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کا چہرہ خون سے
سرخ ہو رہا تھا اور لہر معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ فرنیس کو گمراہ کر رہا ہے۔ وہ جرنی کی جانب گھوم کر برقیٹ
ابنیں کر رہا تھا۔

فرنیس گمراہ تھا اور ریفری اس پر جھکا گنتی کر رہا تھا۔
اچانک فرنیس کی بیوی ددلی ہوئی رنگ کے قریب آئی اور سیوں کو پکڑ
کر چلائے لگی۔

”فرنیس اٹھ جاؤ اور دوبارہ مقابلہ کرو۔۔۔۔۔ خدا کے لئے اٹھ جاؤ لوگ
کیا نہیں گے۔۔۔۔۔ ہر دل مت ہو۔۔۔۔۔ اٹھو۔۔۔۔۔ خدا کے لئے۔۔۔۔۔“
اور فرنیس ریفری کے دس کہنے سے قبل اٹھ کھڑا ہوا پودا بال خوشی سے دیوانہ
ہو گیا۔

اسے اٹھتا دیکھ کر سینکی کے دل پر تانہ پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے
موت کا دینا اندھیرا پھیلنے لگا۔ اس کے دل میں یہ خواہش بری طرح چل رہی تھی۔ کہ
وہ رنگ چھوڑ کر بھاگ جائے۔

اس مرتبہ فرنیس کا انداز پہلے سے مختلف تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اترتا
ہوا تھا۔ اٹھتے ہی وہ سینکی کے سینے پر حملہ آور ہوا۔ یہ حملہ بے حد جارحانہ اور شدید
تھا۔ سینکی کا منہ ۵۰ (۵۰) کے انداز میں کھل گیا۔ دوسرا گھونٹہ اس کے جگر سے پڑا

اور تیرا اس کی کپٹی پر اور پھر وہ ایسا گمراہ کہ دس تک گنتی گنتے کے باوجود بھی نہ اٹھ
سکا۔

دلن نے سرگھما کر فرنیس کی طرف دیکھا جو اس سے لاپرواہ تماشائیوں کے ٹکڑوں
میں پہنچ چکا تھا۔

”اس حرام زادے نے میں ڈبل کر اس کیلے ہے۔“ وہ جرنی کی جانب گھوم کر برقیٹ
لہجے میں لہلا اس کا چہرہ بے حد بھیانک ہو گیا تھا۔

۸

جرنی، ہینک، موگن اور دلن پنج کے گھر میں جمع تھے۔
لوڑھا پنج ایک چھٹا پڑا ناگاون پہنے بیٹھا تھا اس کے سر پر پیٹیاں لپی ہوئی تھیں
دلن کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ جبکہ دوسرے لوگ زور زور سے اس
شکت پمانظما خیال کر رہے تھے۔ لوڑھے کا چہرہ شدید رنگ اور غصے سے تہمتار ہا
تھا۔

”میری تمام رقم اس سور کے بچے سینکی نے ڈیو ڈالی اس نے مجھے تلاش کر کے رکھ دیا۔
جرنی کرسی کے جھگھے پڑتا ہوا ہوا۔“

شٹ اپ! 'ڈن چلایا۔' اب اگر مار ہی گئے ہوتو اتنا ست جیجو۔

ماحول پر ناگوار ساٹھا چھا گیا۔ کمرے میں موجود ہر شخص کی نظریں ڈن کے چہرے کا آثار چڑھاؤ دیکھ رہی تھیں۔ بوڑھے چچ کی آنکھیں تو جیسے پتھر اکڑ رہی تھیں۔

۔۔۔۔۔ "تم نے ہی یہ اسکیم بنائی تھی، بوڑھے کے لیے میں تانخی کھلی ہوئی تھی۔۔۔۔۔"

۔۔۔۔۔ تمہیں تو بے پرواہ ہوتی جیتا ہی تم لگاتے۔ ہمارا بیڑا غرق کرنے کے لیے ادا ہے یہی پروا ہے ہو۔۔۔۔۔ مدد ہو گئی، ڈن نے غلظت ناک انداز میں بوڑھے کی عزت دیکھا پھر اس کی نظریں پھسلتی ہوئی دوسرے لوگوں کے چہروں کا جائزہ لینے لگیں۔

۔۔۔۔۔ تم آؤ گے پٹھے، اپنی زبان کو نکال دو۔ ڈن کا لہجہ پھر فیلا تھا۔

بوڑھا شغل ہو کر کمرے سے کھڑا ہو گیا۔

۔۔۔۔۔ ذرا اس کا ہاتھ مجھے پکڑنا، ننگ میں سے مڑ چکا ہی دوں۔

ڈن کے پتکے اور سفاک ہونٹوں پر خوفناک مسکراہٹ پھیل گئی۔

اپنی زبان کو نکال دو، بوڑھے کھوسٹ، اس کی دہشت ناک آواز لوگوں کے

دلوں میں جرتی چلی گئی۔ تمہیں اپنی پرانی اوقات یاد رکھنی چاہیے۔

اسے میرے قریب لاؤ، بوڑھا حلق پھٹا کر چلایا، اس کے ہاتھ ڈن کو دہریے

لینے کے لیے، دھرا دھر بیٹک رہے تھے۔

ڈن ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ بوڑھا اسے تلاش کرنے

کی کوششیں نہیں کر رہا تھا، پھر ہاتھ ساتھ ساتھ وہ دوسرے لوگوں کو بھی کوہنسو۔۔۔

راٹھا جو سب کھڑے ڈن کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

دفعتاً ڈن کے ہاتھ میں آٹو میٹک کوکٹ نظر آنے لگا۔

۔۔۔۔۔ بچنا ہو گئی۔! "جرنی چلایا۔" اس کے ہاتھ میں ریڈیو لڑ رہا ہے۔

اس سے آگے بھی اس نے کچھ کہا تھا مگر چانک ہوئے دلے دھماکے میں اس کی آواز دب کر رہ گئی۔ ڈن کے ریڈیو نے ایک شعلہ اگلا۔

بوڑھے کے ہونٹوں سے کمرہ بنگ پینچ غار سے ہوئی اس کی پیشانی میں ایک ہر سواخ بن گیا تھا۔

چند ثانیوں تک وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا رہے، پھر آنکھوں سے دھما میں گھونٹا مارا اور پھر چانک اس کا جسم کے ہونے شہتیر کی مانند فرش پر آ رہا۔

دروازہ پر کھڑی ہوئی مائٹ، یہ بھی ننگ منظر دیکھ کر چیخ پڑی

ہینک اور مورگن گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑے۔ البتہ جرنی وہیں کھڑا رہا۔

مائٹ دروازے کا سہارا بنے پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ کی لاش کو دیکھے عیا رہی تھی۔

۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ تم نے کیا کر دیا! "جرنی خالی الذہنی کیفیت میں جیسے غصے سے مخاطب ہوئی۔

"وہ میرے مقابلے میں آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہونٹوں سے ختم کر دیا، ڈن لا پڑا ہی

سے ریڈیو کوکٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔

۔۔۔۔۔ بہتر ہے، اب تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔"

۔۔۔۔۔ تم بھی میرا ساتھ دو گے سنا تم نے؟

۔۔۔۔۔ ہاں میں بھی تمہارے ساتھ پہنچا گا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد جرنی نے کہا۔

پھر وہ دونوں افراد مائٹ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی آنکھوں میں تمام

دنیا کی اداسی اور دکھ کے سائے سمٹ آئے تھے۔

تم میرا ساتھ چلو گی؟، جرنی اس کا شانہ تجھ پر کیا کر بولا۔

ماٹھ چند لمحوں تک ایک ٹک نگا ہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر چپ چاپ دوسرے کمرے میں چلی گئی، ٹھوڑی دیر بعد وہ چڑے کا تھیلا سنبھالے باہر نکلی۔

”تو یہ بھی چل رہی ہے ہمارے ساتھ؟ ... خیر اسے تم خود ہی سنبھالنا: ڈلن بولا۔ پھر وہ لوگ جرنی کی پھیٹی چرخار میں بیٹھ گئے۔ کار جرنی ہی چلا رہا تھا۔

”کہہ کر ارادہ ہے؟“ جرنی نے پوچھا۔

”پہلے اسٹیٹ لائن چلو، ڈلن نے کہا۔“ ہمیں یہ قصبہ چھوڑنے سے پہلے کچھ رقم کی بھی ضرورت پڑے گی، ایسی لقیٹا ہماری ضرورت پوری کر سکتے ہے۔

”لیکن میں جلد از جلد یہ قصبہ چھوڑ دیتا چاہیے۔ کیونکہ شریف ہماری راہ پر بیٹھے ہی والا ہو گا۔“ جرنی نے کہا۔

”میں بوجھ کر رہا ہوں وہی کہہ دو۔“

سو نا، کہہ رہی تھی کہ اسٹور کے سامنے روک دی۔ ڈلن نے نیچے اترنے سے پہلے انکیشن کی نکال کر جیب میں ڈالی اور انہیں وہیں انتظار کرنے کو کہہ کر اسٹور کے اندر چلا گیا۔ جہاں ایسی ایک کمرہ سی پر حساب کتاب کا کھاتہ کھولے بیٹھا تھا۔ اس نے ایک نظر اٹھا کر ڈلن کی طرف دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

”مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے کیونکہ میں یہ قصبہ چھوڑ کر جا رہا ہوں؛ ڈلن نے جیبوں میں ماتہ ٹھونچتے ہوئے کہا۔

”لیکن کل ہی تو میں نے تمہیں ایک ہفتے کا مدعا وضعہ ادا کیلے۔ بولٹھا ایسی جرنی

ہو کر بولا۔ پھر اس کی آنکھیں حیرت اور خوف کی وجہ سے کھلی چلی گئیں۔ کیونکہ ڈلن نے آٹو میٹک کوئل نکال لیا تھا۔

ٹھوڑی دیر بعد اس نے بولٹھے ایسی کا تمام مال سیٹ لیا۔ کل رقم دو سو تیرہ ڈالمر تھی، جو زیادہ تر ہنگامی کارروائی کی صورت میں تھی۔

”تم ... تم مجھے یوں برباد کر کے نہیں جاسکتے ڈلن،“ ایسی نے روتے ہوئے کہا، ”یہ میرے خون پسینے کی کمائی ہے۔“

”تم اور کمال لینا بڑھے بچے،“ ڈلن قہقہہ لگا کر بولا، ”اس وقت تم سے زیادہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔“

”اب میں کسی اجنبی پر اعتبار نہیں کر سکتی گا،“ ایسی در دھیرے اچھے میں کہا، ”میں نے تو پہلے اسے ساتھ بھلائی کی تھی، اور تم مجھے اس کا یہ صلہ دے رہے ہو؟“

”اب اس بھلائی کے جرم میں سر پٹ کر دیتے رہو مجھے روتے ہوئے بڑھے لیے صدا اچھے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ ہاں ہاں شاباش خوب روؤ۔“

ڈلن یہ کہتا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ اسٹور میں ٹھوم پھر کر کھلنے پینے کی اشیاء بھی جمع کرتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ان اشیاء کو ایک بڑے کسٹر میں بند کیا اور بولٹھے ایسی کا شانہ تجھ پر کیا کر بولٹھا آیا۔

جس وقت انہوں نے پلاسٹک ڈل کو خیر باد کہا تو دو کہیں گھر یاں رات دو بجنے کا اعلان کر رہا تھا۔

تم غلط سوچ رہے ہو تک! " ماںہ نے اس بات لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہارے جسم نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ ماںہ میں مجبور ہو گیا ہوں۔" تک جرنی کی آواز بھرا گئی۔ "تم اس وقت بھی ایک گناہ مت کریں جب تک تمہیں مار دیا جاتا تھا اور اب بھی تمہارا جسم لافانی ہے۔"

"پانی ابل رہا ہے۔ جاؤ اسے جا کر دیکھو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔

"یہاں بھی تو آگ لگی ہوئی۔" اس نے ماںہ کی سینے میں بھیپنے ہوئے کہا۔
 مگر ماںہ اس مرتبہ بھی صاف اس کی کہہ فست سے نکل گئی۔
 "تم ہر وقت میرے سامنے کئے متعلق سوچتے رہتے ہو۔ وہ تلخ لہجے میں بولی۔
 "مگر کبھی اس آستین میں اپنے دلے سانپ کے متعلق بھی سوچا ہے آخر ہم کیسے تک اس موذی کے اشاروں پر چلتے رہیں گے؟"

"لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟" وہ بے چارگی سے بولا۔

"آخر تم بھی مرد ہو اور....." مگر وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی کیونکہ اسی لمحہ دلن کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ سامنے دلن کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک شرٹ اور پتلون میں ملبوس تھا۔ اس کے ہونٹوں پر سفاکانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔
 "کیا ہوا گندیا بڈی مگر تم نظر آرہی ہو؟" دلن بولا۔

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں، اور مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے تم مجھے گناہوں کو کھلانے کے لئے اب سب کچھ تمہارا جادو ہے اور..... اور تم اس بات کی طرف دیکھ رہے ہو؟"

دلن نے ماںہ کے عقب میں کھڑے جرنی کو دیکھ کر کہا۔

ماںہ بھٹی بھٹی سی انگڑائی لے کر بستر پر بیٹھ گئی۔

میز پر رکھا ہوا ٹائم پین آٹھ بج رہا تھا۔ سورج کی کہنیں کھلی کھڑکی سے کمرے میں آرہی تھیں۔

اس نے ایک جانی لی اور نیچے پاؤں چلی ہوئی کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی اس کے مریاں جسم پر سورج کی سرکش شعاعیں ناچتی پھریں ہی تھیں۔ ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے پر لطف بھونکے اس کے گلز شاؤنل سے لٹک رہے تھے مگر اس کا ذہن قدرت کے ان رنگین مناظر سے بہت دور نہیں بٹسک رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں تلخ یادوں نے تلاطم برپا کر رکھا تھا۔ اور جب خیالات کی لیخار بڑھی، تلخیوں کا لاوا پھولا اور سوچوں کے دھارے ساحل سے سریشیچے لگے تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی جھلکنے لگے۔ اس نے اپنے مریاں جسم پر نظر دوڑائی اور ہونٹ کچلنے لگی۔

وہ تین برس سے اس کین میں رہ رہی تھی۔ یہ کینیں پہاڑیوں کے دامن میں جینگل سے گھرا ہوا تھا۔

سننے ہیں کہ یہ کین ایک ریٹائرڈ کپتان نے کیلیفورنیا کی جنگ کے دوران تعمیر

.. صاحبزادے اپنی محبوبہ کو یہاں سے لے جاؤ چینی ہوئی عورتیں مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ میں تم لوگوں کا پاس ہوں اور یہاں وہی ہو گا۔ جو میں چاہوں گا۔“

”ہو نہ ... پاس!“ مائہہ کا لہجہ تغنیک آمیز تھا۔ ”میری نظروں میں تمہاری حیثیت ایک معمولی ریلوادر باز سے زیادہ نہیں ہے۔“
ڈلن نے ایک زبردست گداس کے جبر سے پر مارا جس سے وہ بُری طرح لڑکھرائی ہوئی مسرت والی دلوار سے جا نکلائی۔

”ہے ...!“ جرئی نے لٹکار کر کہا۔ ”تم اے اس طرح نہیں مار سکتے۔“
”یہ تمہیں بھی اسی طرح مار سکتا ہوں۔“ وہ ہفیلے لہجے میں بولا۔ ”میں گستاخی کرنے والوں کی گدی سے زبان کھینچ لیتا ہوں۔ اب اے یہاں سے لے کر دفع ہو جاؤ ورنہ یہ جانے باقہ دھو بیٹھے گی۔“

”تم آؤ کے پٹھے ہو۔۔۔“ مائہہ حلق کے بل چنجی۔
ڈلن نے جھک کر اسے گم بیان سے پکڑ لیا۔ جھٹکا دینے سے گم بیان کے ہٹ بکھر گئے اور اس کا سینہ عریاں ہو گیا۔

”یہاں سے دفغان ہو جاؤ اور جلدی سے کھلنے کا بندوبست کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ میں عورتوں کی ٹرڈر سننے کا عادی نہیں ہوں۔“
مائہہ نے خون خنور کتے ہوئے غصے سے جرئی کی طرف دیکھا اور چیخ کر بولی

”۔۔۔“ اب کبھی میرے بستر پر سونے کے لئے آنا۔
”زبان بند رکھو فاحشہ کی بچی۔“ ڈلن بولا۔

جرئی نے لہجے سے مائہہ کو جلتے ہوئے دیکھا تاہم۔ اسی لمحے اس کی نگاہوں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب ڈلن نے بے دریغ بوڑھے ہو گن کو گولی مار دی تھی۔ یہ تصور ذہن میں آتے ہی وہ لہزناٹھا اور ڈلن کے کمرے سے ہٹ آیا۔

مائہہ نشست گاہ میں کھانا تیار کر رہی تھی جرئی نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زردی مائل ہو گیا تھا۔ اور لبوں کے قریب جہاں ڈلن نے مکہ مارا تھا۔ گہرا نشان ابھر آیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے رخساروں سے نیچے ڈھلک آئے تھے۔

”تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔“ جرئی نے انگ انگ کر کہا۔ مگر جواب میں وہ کچھ نہ بولی اور چپ چاپ کھانا تیار کر رہی پھر اس نے اٹھ کر بیٹھیں لاکر میز پر رکھیں اور اپنے لئے تیز قسم کی کافی بنانے لگی۔
کافی پینے کے بعد وہ کیبن سے نکل کر باہر سورزم کی روشنی میں ایک ٹیلے پر جا بیٹھی۔

ڈلن نشست گاہ میں آیا اور ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

”یہ مصیبت تمہاری کھڑی کی ہوئی ہے۔“ ڈلن نے اس سے کہا۔

”کیا مطلب؟“ جرئی نے کافی کی چمکی لیتے ہوئے کہا۔

”تم ہی اسے ساتھ لائے پر مصریچے اور اب تم نے ہی اسے میرے خلاف بھڑکایا ہو گا۔“

”تم غلط سمجھے ہو۔“ جرئی نے معصومیت سے کہا۔ ”میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔“

دراصل اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے نا اس وجہ سے وہ طیش میں آگئی تھی۔

”تم اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔“ ڈلن گدشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

”میں اس کیتا پر ایک سکہ بھی خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔“ اور پھر خداک جیسے جرنی کے صلیب میں پھنس کر رہ گئی اس نے بے دلی سے کھلنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔
”وہ دراصل بے سمجھ ہے تمہارے جیسے آدمیوں سے تمہیں اس کا واسطہ نہیں پڑا۔“ جرنی نے طنزاً کہا۔

”کچھ بھی ہو تم اے سمجھا دینا اور ہاں تم اس کیتا کا بچھا چھوڑ دو میں ان عورتوں کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ مردوں کے بے وقوف بنا کر بہت خوش ہوتی ہیں؟“
”ہیں کارے کہ جا رہا ہوں۔“ ڈلن نے ناراضہ ختم کرنے کے بعد کہا۔ جرنی نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

اس کے جانے کے بعد مائہ اندر آکر میز صاف کرنے لگی۔
”وہ نزدیک قصبے میں گیا ہے۔“ جرنی نے اندر آکر اسے بتایا۔
مائہ نے میز کی صفائی کے بعد کھڑکی کی پنچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
”میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے جس کی مدد سے اس گینڈے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔“

”تم پاگل ہو گئی ہو مائہ اس خبیث پر قابو پانا بے حد مشکل ہے۔“ جرنی نے کہا۔

”نامکن تو نہیں ہے۔ وہ پر اعتماد لہجے میں بولی۔ ”مجھے بتاؤ تم نے اس سے کیا فیض حاصل کیا ہے؟ اس نے ایسی گولڈ برگ کے اسٹور سے رقم چھٹیائی مگر تمہیں کیا ملا؟ تم اس کی ہر بات لادو جانور کی طرح فرماں بردار سے تسلیم کر لیتے ہو۔ اور وہ تم پر اپنا چھند کستا جا رہا ہے۔ اک دلدل ہے جس میں تم دھنستے جا رہے ہو۔ اسی

طرح تمہیں اپنی موت کا بھی علم نہ ہوگا۔ بس چپکے سے مار دیئے جاؤ گے۔“
”پھر بتاؤ میں کیا کروں۔۔۔ اس کے پاس ریلوے ہے، اور میں نہتا، جرنی نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

”تم ذرا سی ہمت نہ کرو۔ تو بساط پلٹ سکتے ہو پھر میدان تمہارا ہوگا۔ ہتھیار تمہارا ہوگا۔ اور تم اے چلانے کی پوزیشن میں بھی ہوئے۔“
”لیکن کیسے؟“ جرنی نے دل چسپی سے پوچھا۔

”ذرا صبر کرو۔ اس کے لئے مجھے سوچنا پڑے گا۔“ مائہ نے پرچال لہجے میں کہا۔
سورج پہاڑیوں کے عقب میں ڈوب رہا تھا۔ دور دراز پر دھند کا غماں چمک رہا تھا۔ جرنی باہر کھڑا اندر دیکھ آئی ہوئی کار کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ڈلن تھا۔ جو قصبے سے لوٹ رہا تھا۔

جرنی کیبن میں تھا تھا۔ مائہ دوپہر کھانا پکانے کے بعد نہ جانے کہاں نکل گئی تھی۔ دن ڈھل رہا تھا۔ مگر ابھی تک اس کی خبر نہ تھی۔

جرنی دوپہر اس کی باتوں پر سوچ رہا تھا کہ وہ ہر پر سوچتا تھا اتنا اس کے حوصلے پھر بڑھتے تھے اور اسے اپنی ہنر کی طرف غصہ آ رہا تھا۔ وہ امکان پر غور کر رہا تھا کہ بکلاس کے پاس بھی کہیں سے ایک ریلوے اور آجائے تو وہ ڈلن پر غلبہ پانے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ڈلن نے کاروبار میں سے باہر کھڑکی کی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

”تم سارا دن کیا کرتے ہو؟“ جرنی نے دریافت کیا۔

”افند چلو سب کچھ بتا دوں گا۔“ ڈلن نے خلاف معمول مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی

ایک نفل میں ایک بنڈل دیا ہوا تھا۔

اندازت گاہ میں پہنچ کر اس نے بنڈل منہ پر رکھا اور اس کی لٹریں کھولنے لگا۔
بنڈل کھلتے ہی جرنی کی نظریں حیرت و استعجاب سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

”اوہ میرے خدا... یہ... یہ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟“ اس کی آوازیں

گہرا استعجاب شامل تھا۔

یہ اعشاریہ چار پانچ کا تھا سن کا پستول تھا اور اسمتھ اینڈولن کمپنی نے اسے
تیار کیا تھا۔ پستول کا وزن دس پستولوں کی نسبت غیر معمولی حد تک زیادہ تھا۔
اور بے حد نفیس قسم کی بڑے سائز کی میگنیزین تھی... پستول کے نزدیک ہی بڑی
مقدار میں گولیوں کا ڈبہ پڑا ہوا تھا۔

ڈلن نے اک انداز سے پستول کو اٹھا کر چڑھا اور جرنی کی جانب گھوم کر بولا۔
”صاحبزادے جس کے پاس اس قسم کا ہتھیار ہو گا ساری دکانیں، اسٹورز،
بینک اور چنگے اس کے سامنے آداب بجالاتے ہیں۔ سمجھو یہی خوف کی کلید ہے جس
کے ذریعہ سے تم تجوریوں کے منہ کھول سکتے ہو۔ بس جس نے اس فارمولے پر عمل کیا
سمجھو دنیا اسی کی ہے۔“

ایک لمحوے کے لئے دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں۔ اسی لمحے ماٹھ اند
داخل ہوئی اس کی نظریں پستول پر گہری ہوئی تھیں۔

”یہ تمہیں ملا کیسے؟“ جرنی نے پستول کو ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

”رب جگہ پیسہ چلتا ہے صاحبزادے!“ ڈلن نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

”ماٹھ نے تھا من کے ٹھنڈے بیرل کو ہاتھ لگا کر چھو تو ڈلن خواہ مخواہ

قہقہہ لگا کر بولا۔

”ہاتھ میں اٹھا کر دیکھ لو یہ تمہیں ملے گا نہیں۔“

پستول کافی وزنی تھا۔ ماٹھ کا ہاتھ اسے اٹھاتے ہوئے کھپکھا اٹھا۔

”اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے یہ پستول کیسے اور کہاں سے حاصل کیا؟“

ڈلن بولا۔

”صاحبزادے! یہ دنیا بھی عجیب گھن چمک ہے۔ نہ جانے کیسے لوگ یہاں بھرے

پڑے ہیں۔ ان ہی لوگوں میں سے تھے کا بڑھا شریف ہے۔ اس اچھی کو پیسوں کی

اتنی اشد ضرورت تھی کہ بے چارہ اپنا پستول بیچنے پر مجبور ہو گیا۔ ویسے بھی اس کے

اعضا میں اتنی سکت نہیں رہی کہ پستول کا وزن اٹھاسکے۔“

لیکن کیا شریف سے اس پستول کے پاسے میں حکام بالا کی طرف سے پوچھ گچھ

نہیں ہو سکتی؟

”بالکل نہیں... وہ آن کل ہا میں رہتا کہ تمہارے کو ہے۔“

”تم ایسے پستول کو چلا بھی سکتے ہو؟“ جرنی نے پوچھا۔

”تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟“ ڈلن نے ناگواری سے ٹھٹھک کر بولا۔ ”چلو ابھی دکھانے

دیتا ہوں۔“ کہ مجھے چلا تا بھی آتا ہے۔ اور صحیح نشانہ بھی لگاتا آتا ہے۔“

تھوڑی دیر بعد پہاڑی علاقہ گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھا ڈلن نے

واقعی ثابت کر دیا کہ وہ پہلے بھی ایسے پستول چلانے میں ماہر رہا ہے۔

وہ نشانہ بازی کے بعد واپس کیمپ میں چلے آئے۔ ڈلن پنج پر بیٹھا پستول

کھدکھاتا اور وہ دونوں اس کے سامنے بیٹھے یعنی خیر نظر سے ایک دوسرے کو نشانوں

ہی اشاروں میں سمجھا رہے تھے۔

ہسپتول صاف کمرے کے بعد ڈن اسے لے کر نشست گاہ سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہسپتول کو اپنے کمرے میں چھاپ کر نشست گاہ میں لوٹا۔

”آج ہندے قصبے میں چھوٹا سا ایک بنک دیکھا ہے۔“ اس نے معنی خیز انداز میں جرنی کی طرف دیکھا۔ ”اگر جیسے پاس ایک اچھا ڈرائیور ہو تو آسانی سے بنک لوٹا جاسکتا ہے۔“

”کار میں چلاؤں گی۔“ مائو نے جلدی سے کہا۔

”جو نہہ.... کار کے بجائے بھی آتے ہیں تمہیں؟“ ڈن نے استہزاء لہجے میں کہا۔

”اسیٹرنگ سبھانا اور طوفانی رفتار سے چلانا اتنا آسان نہیں جتنی آسانی سے تم نے منہ سے کہہ دیا ہے۔“

”اس پچھڑکار کو ہم میں سے کوئی بھی طوفانی رفتار سے نہیں چلا سکتا ہے۔“ مائو نے کہا۔

”تم سے کس نے کہا کہ میں اس پچھڑکار کو استعمال کرنے جا رہا ہوں؟ ڈن بولا۔

”اس کے لئے مجھے کوئی تیز رفتار کار چرانی پڑے گی۔“

”یہ ٹھیک ہے تم کار حاصل کر دو گے اسے چلاؤں گی۔“

”کیا تم اپنی ہانگ اس معاملے سے علیحدہ نہیں رکھو گی؟ ڈن نے ناگہاری

سے کہا۔ ”یہ تمہارے بس کا کام نہیں؟“

”میں تمہیں ابھی دکھا دوں گی کہ یہ کام میرے بس کا ہے یا نہیں؟ یہ کہتے ہوئے

وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ کار میں بیٹھ کر اس نے اپنی اسٹارٹ کیا اور یکدم گیر میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی ہمارت کے لیے لیے جو ہر دھکے ڈالنے کے لئے کوئٹہ کر لینا پڑا کہ اتنی بہترین ڈرائیونگ ان وہ لوگوں میں سے کوئی نہیں کر سکتا۔ بالآخر اس نے مائو کو بھی اپنے پلان میں شامل کر لیا۔

بنک نوٹس کے لئے ایک بڑی کیڈ پلاک حاصل کر لی گئی۔

مائو ڈرائیونگ سیٹ سیٹھالے ہوئے تھی اور جرنی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ڈن عقبی نشست پر تھا اس نے اپنے اوپر ایک کبل پٹیا بٹھا تھا۔ جس میں اختیاریہ چار پانچ کا تھا اس پر مشیدہ تھا۔

اس وقت دو پہر کے تین بج رہے تھے۔ سورج کی حدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

اور کار تپتی سڑکی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

ڈن پلان کی تمام جزئیات پر اچھی طرح سوچ رہا تھا۔ سچا کہ چکا تھا، اس نے ایک

ایک بجے کو خطرات کے سامنے رکھ کر پرکھا تھا۔ صبح کے وقت وہ قصبے میں بنک اور اس

کے گرد و نواح کا جائزہ لینے اور کار چرانے گیا تھا۔ آتے ہوئے اس نے بنک کے ارد گرد

کی تمام سڑکوں اور راستوں کا ایک مکمل نقشہ تیار کیا تھا۔ نقشے سے اس امر کی وضاحت ہوتی

تھی کہ بنک قصبے کے وسط میں جائے واقع تھا۔ فرار ہونے کے لئے تین ممکنہ راستے

تھے۔ ان راستوں پر اس نے پینل کے ذریعے نشان لگا دیا تھا۔

انگلی نشست پر پہنچ کر اس نے نقشہ ان کے سامنے بچھا دیا اور سمجھانا شروع کیا۔

”جب ہم لوگ رقم لوٹ کر نکلیں گے تو ہو سکتا ہے شیرف کو پتہ لگ جائے

ایسی صورت میں شیرف کے آدمی ہمارے پیچھا کریں گے.... میرے خیال میں ہمارا تعاقب

موت بے ہوش ہو کر دوسری جانب لڑھک چکی تھی۔

دفن منعتی شخص کا چہرہ اندونی کمر بستہ سرخ ہو گیا۔ اٹھ اٹھائے اٹھائے
وہ نیچے بھکتا چلا گیا۔ پھر اس کے منہ سے قے الٹ کر باہر آگئی دوسرے شخص کا چہرہ
بھی موت کے خوف سے دھلے ہوئے لٹھے کی طرح سفید ہو گیا۔

جرتی لپک کر دوسری جانب جا پہنچی اور درازوں سے فٹ نکال نکال کر باہر
چلے گئے۔

جس وقت وہ کار موڑ کر واپس ہوئی تو ڈنک کی عمارت سے باہر نکل رہا
تھا جیسے ہی وہ سڑک پر آیا مائرنے تیزی سے اسٹرنگ اس کی طرف گھما دیا۔ اس کے ساتھ
ہی بریکوں کی چرچا سٹ سے اک شور مچا ہو گیا۔ بچتے بچتے بھی ڈنک کار کی زد میں آ گیا
کار کا بایاں پیر اس کے کانڈے پر لگا۔ اور وہ ایک جھٹکے سے سڑک کی دوسری طرف جا پڑا
مائرنے کار روکی نہیں تھی یہ دیکھ کر ڈنک تیزی سے آٹھ کر کار کی طرف بھاگا۔

اس کے ہاتھ میں تھا من دیا ہوا تھا۔
اُسے پچھتے ہاتھ پڑھا کر مجھے پہنچ لو۔ اس نے پھیلا اور وارہ کھول کر جرتی سے
کنا۔ جرتی نے اس کا ہاتھ اندر کھینچ لیا الماریٹ پر گر کر نے ہی وہ بری طرح ہانپنے لگا۔
مائرنے اپنے دانت بھینچ لئے اسے ناکامی ہوئی تھی ورنہ اپنی جانب سے تو اس نے
ڈنک کو کچنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

مجھے افسوس ہے ڈنک یقین کر دے ایک اتفاق تھا میں واصل
بگڑا اس موت کر وکتی کی کچی: اس نے مائرنے کی گدی پر دو تہڑا ماتے ہوئے کہا
میں خود کو بچاؤ تاکہ تم نے تو مجھے کل ہی ڈالا تھا۔ اس کے شانے میں درد کی ٹیشیں اٹھ
رہی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کا مزاج بے حد بگڑا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں کو غلط قسم
کی کاریاب بک رہا تھا۔

ڈنک کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا انہوں نے سرو قد کیڈ یلاک دہیں چھوڑی: در
اپنی پچھلے چیلوپی میں بیٹھ کر کین کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر اس سے قبل ڈنک نے انہیں
دیتے ہوئے ہتھیار دوبارہ اپنے قبضے میں کر لئے۔
کین میں پہنچ کر مائرنے نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور میز پر لا رکھا۔

سیٹ کھولو۔ ڈنک نے کھر دے ایچ میں دوسرے شخص کو حکم دیا اور اسے
سبب کی طرف دھکا مارا۔ وہ شخص لڑکھڑاتا ہوا سیٹ سے جا نکل آیا اور کانپتے ہاتھوں
سے سیٹ کا دروازہ کھولے رکھا۔ اس دوران اس کی پیشانی سے پسینہ بہہ بہہ کر کالرمیں
جنبہ ہوتا یا۔ ہاتھا۔

سیٹ کا دروازہ کھلتے ہی جرتی فوٹوں پر لوٹ پڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس
نے تمام فوٹوں کو کاغذ کے پیٹ میں باندھ دیا۔ کاغذ سے نکلی کر اس نے اس پیٹ کو
اپنے بیگ میں منتقل کیا اور باہر کی طرف بھاگا۔ مائرنے اسے دیکھتے ہی کارٹائڈ
کڑی جرتی لپک کر سوار ہوا اور مائرنے نے کار چلا دی۔

”کیا ہم نے بنگ سے بہت ساری رقم لوٹی ہے؟“ مائہ نے ڈلن سے پوچھا۔
 ”تہیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔“ ڈلن غرا کر بولا۔۔۔۔۔
 ”۔۔۔۔۔ تم یہاں نوکرائی کی حیثیت سے لائی گئی ہو۔“
 پھر اس نے کچھ نوٹ جیب سے نکال کر جرمنی کی طرف پھینک دیئے۔
 ”انہیں گن لو۔“

جرمنی نے نوٹوں کو ہاتھ تک نہ لگا یا وہ ڈلن کے اس رویے پر مشتعل نظر آ رہا
 تھا۔ مائہ نے نوٹ اٹھا کر کئے شروع کر دیئے۔ جو کہ کل سو ڈالر کے تھے۔
 ”یہ کیا ہے؟“ مائہ اسے آگورقی ہوئی بولی۔
 ”ڈلن نے میرے پھری اٹھا کر کسی کی پشت نگاہ سے ٹیک۔ نکاحی اٹھ پلا۔
 ”تم اس کیتا کو درمیان سے ہٹا لو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔“
 ”سو ڈالر بہت کم ہیں۔“ جرمنی نے دہلے دہلے غصے سے کہا۔
 ”مت لینا یہ سو ڈالر۔“ مائہ بھی غصے سے بولی۔ ”یہ تمہارا حق مارتا چاہتا ہے۔“
 ”ڈلن ایک دم جیسے کھڑا ہو گیا اور کرسی اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دی۔
 ”زیادہ سختی دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ جرمنی پر الٹ پڑا۔ ”یہ ہیں تو
 وہ نہ جاؤ جہنم میں۔۔۔۔۔ اس میں اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور اس کیتا کو بھی بھونچنے
 سے روک لو۔“

”جتنی رقم تم مجھے دے رہے ہو کیا وہ میرے کام کے مطابق ہے؟“

جرمنی نے کہا

”اور تمہیں کیا چاہیے؟“

”کچھ بھی۔ مگر یہ رقم بہت کم ہے۔“
 ”کیا منصوبہ تم نے بنایا تھا۔“ بنگ تم نے دیکھا تھا کہ تم نے چرائی تھی؟“ جرمنی
 خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا۔
 ”اسے دیکھ لو اب۔“ تھوڑی دیر کے بعد ڈلن بولا۔ ”جب ختم ہو جائیں تو وہ
 لے لینا۔“

”اور میں۔۔۔۔۔“ مائہ چیخ کر بولی۔ ”کیا میں ایک دھینے کی بھی حق دار نہیں؟“
 ”تم نے کچھ پرو کوئی احسان نہیں کیا۔“ ڈلن حقارت سے بولا۔ ”تمہیں یہاں
 لانے والا ننگ ہے اگر یہ تمہیں کچھ دیتا ہے تو مانگ لو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“
 ”کیوں صاحبزادے؟“

۱۰

یہ تین روز بید کا ذکر ہے۔

چاند کی سحرانگیز روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

نیند جرمنی کی آنکھوں سے کوسوں میل دور تھی اس کا ذہن سوچوں کی گھمبیرت میں

سگ رہا تھا۔ اور دل میں ڈلن کے لئے نفرت کے جذبات بھڑک رہے تھے۔

بستر پر بیٹھے ہوئے اس نے منٹیل میں پرنگاہ ڈالی تاہم یہیں ایک بجا رہا تھا۔ اس کے دل سے جذبات کی ہوا اٹھ رہی تھی اسے ماہرہ کی طلب محسوس ہو رہی تھی اک کمرہ تھی جو اس کے جسم میں سرایت کر گئی تھی اک ٹریپ تھی جس سے اسے اپنا جسم لٹکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے سوچا تھوڑا سا ہی تو فاصلہ ہے اس کے اور ماہرہ کے درمیان اک سامنے والا دروازہ.... جو اس کے اور ماہرہ کے درمیان چٹان بن کر کھڑا تھا۔ کیا وہ اس دیوار کو گزرا نہیں سکتا۔ کیا وہ اس کے پاس جا کر اسے اپنی باتوں کے شیعہ میں نہ بیچ کر سکتا....؟ لیکن کیا وہ اسے اپنے قریب پھینکنے کی ہمت بھی کر سکتا تھا؟ میں کیا حرج ہے.... ہو سکتا ہے اس کی ہمت چمک اٹھے۔ جن کی دیواری اس پر مہربان ہو جائے۔

یہ سوچ کر وہ بے باؤں باہر نکل آیا۔ ماہرہ کے کمرے کا دروازہ چوہے کھلا تھا۔ جرنی یوں کھل اٹھا جیسے اس کی ہمت کے دروازے کھل گئے ہوں اس کا دل دھڑکا۔ دھڑکا۔ لپیٹوں میں بیچے لگا۔ اور سانسوں دھونکی کی طرح چلنے لگیں.... موسم جی کی نیم تاریک روشنی میں ماہرہ کا جہانی حسن اس کے جذبات کو براہیکختہ کر رہا تھا۔

ماہرہ نے بازو پھیلا کر اک تہہ شکن انگلی ڈالی۔ جرنی دروازے میں کھڑا ہو کر پر زبان پھر رہا تھا۔ اچانک ماہرہ نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر گناہ آلود مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں آمال کی پیغام جرنی اس کی طرف گھینچتا چلا گیا۔ ماہرہ نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور اس کی طرف چلی آئی۔

اس کے آنے پر میں اسے بتاؤں گی کہ تم مجھ سے زبردستی کر رہے تھے۔ پھر جب وہ تم سے باتوں میں الجھا ہوا ہو گا۔ تو میں سرخ مرچوں کے بیج اس کی آنکھوں میں بھونک دوں گی۔“

”اوہ.... منصوبہ واقعی بہت اچھا ہے۔“ جرنی نے دل چسپی لیتے ہوئے کہا ”اچھا بس ٹھیک ہے میں ابھی باورچی خانے سے مرچیں لے کر آتی ہوں۔“ تھوڑی دیر بعد وہ مرچوں کے بیج اور ایک تیز بھڑک لے کر اندر داخل ہو گئی۔

”دیکھو منصوبہ کچھ لیول ہے کہ تم موقع ملتے ہی یہ مرچیں اس کی آنکھوں میں بھونک دینا اور یہ پھر اس کی پشت میں اتار دوں گی۔“ جرنی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اب میرا لباس جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالو۔“ جرنی نے بے چون و چرا تعمیل کی۔

”چلو اب ڈرامہ شروع کریں۔“

جرنی اس کے اوپر بھک گیا اور پچ مچ دست دراز ی پر اتر آیا۔

ماہرہ نے چلا نا شروع کر دیا۔ اس کی چیخوں میں ہڈیاں ہنٹاں لگتی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد دہلیز کے کمرے کا کالہٹ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ ماہرہ بدستور چینیچی رہی۔

”سچاؤ.... سچاؤ۔“ وہ ساتھ ساتھ پکارتی رہی۔

”چپ رہو کتیا کی بچی دیر نہ کلا گھونٹ دوں گا۔“ جرنی نے غر کر کہا۔

”میں کہتی ہوں نکل جاؤ یہاں سے۔۔۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔“
 ”یہ کیا جود ہے؟“ دروازے پر ڈلن کی کڑک دار آواز سنائی دی وہ
 دروازے پر کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا۔
 ”کچھ نہیں۔۔۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ جرنی نے دھشت بھرے لہجے میں
 کہا۔ ڈلن ہاتھ میں ریلواریکچر سے ان کے قریب پہنچ گیا۔
 ”خدا کے لئے اس بچے کو میرے کمرے سے نکال لے جاؤ مجھے اس
 کی ضرورت نہیں۔“ ماترہ نے فرش پر کمرے ہو کر کہا۔
 ”یہ کیا اڈوہم بچا رکھا ہے تم نے؟“ وہ جرنی کو گھورتے ہوئے بولا۔۔۔
 ”جب تم سے یہ عورت بھی نہیں بھالی جاتی تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی
 فرض کرو کوئی کارفالا سڑک سے لڑے اور تم لوگوں کی چیخ پکار سن لے تو۔“
 ”میری مدد کرو ڈلن۔“ وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ پھر اس نے اپنے غصے
 میں چھپا رکھی تھی؛ مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے کسی قابل نہیں سمجھتے مگر خدا کے لئے اس
 شیطان کو میرے کمرے سے نکال کر باہر پھینک دو۔ مجھے اس سے نفرت ہے؛
 ڈلن جرنی کی طرف گھوما یہ تھا کہ جرنی نے مڑجوں کے بیچ اس کی آنکھوں میں ہونک
 دے۔ ڈلن کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ خارج ہوئی اور ریلواریکچر کے ہاتھ سے
 چھوٹ کر ایک طرف گر گیا۔

جرنی جیت نکلا کر کمرے سے نکل گیا۔ اور بھاگتا ہوا ڈلن کے کمرے میں
 پہنچا۔ کمرے میں موم بتی جل رہی تھی۔ اس نے جلدی جلدی کمرے کی تلاشی لینا شروع
 کر دی۔ اسے حقاس کی تلاش تھی۔ مگر وہ پتیل و اس سے غائب تھا اس نے بے قراری

کے عالم میں میز کی درازیں، بستر، خالی ڈبے اور دوسرے کونے کھدے کھچکال
 ڈالے مگر پتیل نڈارو۔ !
 ڈلن کی وحشیانہ چیخیں سن کر اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ دفعتاً
 گولی چلنے کا دھماکہ ہوا وہ تیزی سے باہر کی جانب دوڑا۔ ڈلن کمرے سے باہر
 نکل رہا تھا۔ اس کے قدم ڈمگنا ہے تھے ایک ہاتھ آنکھوں پر تھا۔ اور دوسرے ہاتھ
 سے وہ ریلواریکچر اٹھاتے ہوئے تھا۔

وہ اتنی تیزی سے باہر نکلا تھا کہ جرنی ایک ماس کے سامنے آ گیا۔ منظر ابی
 کیفیت میں اس نے ہٹ کر بھاگ جانا چاہا۔ مگر وقت گزر چکا تھا۔ ڈلن کے ریلواریکچر
 نے ایک شلہ اگلا اور گولی دیوار میں گھس گئی۔ جرنی نے بھاگنے کی کوشش کی مگر ڈلن
 نے ایک پھٹیلے سے اسے کمرے کے اندر کھینچ لیا۔ دونوں لڑکھڑاتے ہوئے فرش پر
 گر پڑے کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے لپٹے ہوئے نبرد
 آزمائی میں مصروف تھے۔

”میں نے اسے پکڑ لیا ہے ماترہ۔۔۔۔۔ جلدی آؤ۔“ جرنی چلا کر بولا۔

ماترہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔

پھر اچانک کمرے میں گھٹی گھٹی چیخیں اچھرنے لگیں۔

”مم۔ ماترہ۔۔۔۔۔ وہ میں مرا یہ میری۔۔۔۔۔ یہ میری۔۔۔۔۔ آ۔۔۔۔۔

آ۔۔۔۔۔ آہ۔۔۔۔۔“ یہ جرنی کی چیخ تھی۔ درد و کرب میں ڈوبی ہوئی چیخ۔۔۔۔۔

اور پھر غور سے دیر بعد سننا بھانپا گیا۔

دفعتاً ایک کھردرا ہوا اس کی کلائی پر جم گیا۔ کسی نے اس کی کلائی مروٹی

شرع کی رو سے اس کے ہاتھ سے نکلی کہ گئی۔

”تم نے اسے قتل کر دیا ہے بے وقوف لڑکی! ڈن کی دہشت ناک آواز سن کہ ماہرہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سرو لہر دوڑ گئی۔“

ڈن نے ماچس جلا کر موم جی روشن کی اور اس کی طرف گھوم کر بولے۔

”میں نے اس کی آنکھیں نکال لی ہیں۔ اس کا چہرہ بھییا نک حد تک بگڑ گیا تھا۔ ماہرہ کی نگاہیں اچانک اس کے ہاتھوں پر پڑیں اور وہ سرتاپا لہڑا اٹھی۔ ڈن کے دونوں ہاتھوں سے خون کے موٹے موٹے قطرے ٹپک رہے تھے۔“

”تم نے پھر مجھے مارنے کی کوشش کی ہے۔“

”مم۔ میرا کوئی قصور نہیں۔۔۔ مم۔۔۔ مجھے تو جرحی نے کہا تھا۔۔۔“

وہ دہشت سے ہٹ گئی۔

”وہ گدھا ایک مکھی بھی نہیں مار سکتا۔ یہ تم ہی تھیں جن نے اسے میرے خلاف بھڑکایا اس سے پہلے بھی تم نے مجھے مار کے ڈریے کچلنے کی کوشش کی تھی مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے ہی بورھے بچے پر بدورتی مار کر بھارت ڈالا تھا۔۔۔ تم مارا دھڑکی ہو!“

”مجھے مت مارو۔۔۔ خدا کے لئے مجھے مت مارو۔۔۔“ وہ اسے اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر ہڈیاں اٹاڑ میں گڑا گڑائی۔

ڈن نے جھپٹ کر اسے گود سے دوپٹ لیا اس کی کبھی کبھی آنکھوں میں خوفناک دھمکی کا عطر نمایاں تھا۔

”میں میں تمہیں مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ وہ سکون سے بولا۔ ”تم نے

مجھے دھوکا دینے کا انجام تو ابھی طے دیکھ لیا ہے۔ اس لئے اب تم میرے ساتھ رہو گی جب بھی مجھے غصہ آیا کرے گا۔ تو میرے ہاتھوں پٹا کر دو گی۔ میں اور تم اکٹھے رہیں گے جو میں کہوں گا تم وہی کر دو گی۔ کیونکہ میں تمہارا باس اور تم میری غلام ہو۔“

”میں تمہاری ہر بات مانوں گی؟ وہ جلدی سے بولی۔“

۱۱

کیلیاں سٹی میں سینکڑوں ایڈیو سے کچھ فاصلہ پر، مس بنیو ایک ڈریس شاپ چلا رہی تھی۔

وہ ایک فربہ اندام سینگس تھی، جسم پر چربی کی تھوں کی اتنی زیادتی ہو چکی تھی کہ جسم مضحکہ خیز حد تک پھول کر فٹ بال بن گیا تھا۔

ڈریس شاپ تو محض دکھاوا تھا اور نہ درحقیقت آمدنی کا راز و کان کے عقب میں واقع چھوٹے سے ہوٹل میں مضمر تھا۔ جہاں وہ راتوں کی آڑ میں کینساں سٹی کے بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد کو پناہ دیتے ہوئے تھی۔ وہاں بڑے پیمانے پر چوچلتا تھا۔ علاوہ ازیں گا کہیں کو لڑکیاں بھی فراہم کی جاتی تھیں۔

مس بنیو ہمیشہ پولیس کی دسترس سے محفوظ رہی تھی۔ کئی مرتبہ پولیس نے

اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش بھی کی تھی، مگر جواباً اس نے پولیس کو ایسے ہاتھ دکھائے کہ وہ اپنا سامنہ لے کر لوٹ گئے۔ یعنی لوگوں کا قیاس تھا کہ اس ہتھیار نے پولیس کزن کو اپنی جیب میں ڈال رکھا ہے۔

وہ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ اس وقت کینساس ٹی میں بارش اپنے زور پر تھی۔ دریا کی جانب سے اٹھنے والی طوفانی ہولت قصبے بھر میں تہلکہ مچا دیا تھا ایک طرف بارش کا طوفان اور دوسری طرف ریخ بستہ مہاوڈ کا زور شور... گزر گاہیں دیران پڑی تھیں..... سڑکیں سنان تھیں..... انہوں نے جموں پر رین کوٹ چڑھا رکھے تھے۔

ڈلن نے دروازے پر نصب کال بیل دہائی دو کہیں بلڈنگ کے اندر گھنٹی کی بترجم صدا گونجنے لگی۔ قدے توقف کے بعد اس نے بجنا پنا گینڈے جیسا جسم سمجھ لیتی دروازے پر نمودار ہوئی۔

”کیا چاہیے؟“ اس نے دکھائی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے تم لوگ غلط جگہ کھڑے ہو۔“ ٹھیک کہتی ہو صبح جگہ تو اندر ہے راستہ چھوڑ دو ہم اندر آنا چاہتے ہیں۔ ڈلن نے کہا۔

”تم لوگ آئے کہاں سے ہو؟“ وہ سمنائی۔

”یہ باتیں اندر پہنچ کر بھی ہو سکتی ہیں؟“ ڈلن نے خشک لہجے میں کہا۔ ”تم دیکھ رہی ہو کہ میں بھیگ چکا ہوں۔“

فریڈ انڈام نے قدے سے ہچکچاہٹ کے بعد راستہ چھوڑ دیا۔

”چلے آؤ۔“ اس نے کہا۔ اور وہ دونوں اندر پہنچ گئے۔ بیٹوں نے انہیں

ایک کمرے میں بٹھا دیا۔

”اب بتاؤ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟“

”پلاسٹس دل سے۔“

”کس نے بھیجا ہے؟“

”کبھی نیلسن کا نام سنا ہے؟“

”ہاں میں اسے جانتی ہوں۔“

”میرا نام ڈلن ہے۔ میں اس کے آدمیوں میں سے ہوں۔“

”مگر میں نے تو سنا تھا نیلسن کے تمام آدمی جہنم میں پہنچ چکے ہیں؟“

”گہر میں زندہ ہوں۔“ ڈلن اکتا کر بولا۔ ”اب یہ ٹر ٹر ختم کر دو اور ہلکے لئے“

ایک کمرے اور کھانے کا بندوبست کر دو۔“

”ایک دن کا کرایہ پچاس ڈالر ہے۔“

”اوہ خدا کی پناہ۔“ ماتر نے پہلی مرتبہ دخل اندازی کی۔ ”اتنا کرایہ تو بیل

مونٹ پلازہ کا بھی نہیں۔“

”تم چپ رہو۔“ ڈلن نے اسے ڈانٹا۔ ”ہم یہیں ٹھہرنے لگے۔“

”یہاں ٹھہرنے سے پہلے اپنی جیب بٹول کر دیکھ لو ورنہ چلتے پھرتے نظر آؤ۔“

ڈلن کے ہونٹوں پر سرخ قسم کی مسکراہٹ ابھڑی۔ اس نے جیک لوٹوں کی

ایک گڈی بردستی نوٹوں کو دیکھ کر اس نے گڑگڑ کی طرح رنگ بدلا اب اس کے

ہونٹوں پر گرہیں میں لپٹی ہوئی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”ایک مہینے کا کرایہ ایدہ والنس۔“ وہ خوشگوار لہجے میں بولی۔ ”میں تمہارے لئے کمرہ

قالی کروائے دیتی ہوں۔

ڈلن نے چند لوٹ کھینچ کر اس کی مٹھی میں دبا دیئے اور اس نے مٹھی کو اس طرح دبایا، جیسے لوٹ نکل کر لڑ جائینگے۔

پھر وہ انہیں زیر زمین جھسے لے گئی جہاں دونوں جانب کروں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ جو کمرہ ان کے لئے چھوڑا گیا تھا، وہ کافی کشادہ تھا۔ دو لٹکوں کے علاوہ کرسیاں، میزیں، ریڈیو اور دیگر ضروریات کی چیزیں بھی موجود تھیں۔ بیڈ کے ساتھ ہی ایک باغیہ روم ملحق تھا۔ غرض کہ کمرہ برا اعتبار سے مکمل تھا۔

میں، بیچا نہیں کرے میں، پھوڑ کر کھانے کا انتظام کرنے چلی گئی۔

”تم بڑی شاہ خرچی دکھاتے ہو کیا یہ کمرہ سچا اس ڈالمر کے لائق ہے؟“ ماہرہ نے ڈلن سے کہا۔

”یہ اس بات کو دیکھو کہ یہاں کچھ سوچکر ہی یہاں ٹھہرا ہوں۔ یہاں میری ملاقات شہر کے مشہور غنڈوں سے ہو سکتی ہے۔ جن کے ذریعے میری آمد فی کے دروازے کھل جائیں گے۔ کیا پچاس ڈالمر میں یہ سودا ہنگامہ ہے؟“ یہ کہتے ہوئے اس نے ہیٹ فضا میں اچھالا جو ٹھونڈی میں جا کر لٹک گیا۔

”میں کافی سرحصہ سے اس پیشے سے متسلک رہا ہوں، پھر کسی وجہ سے مجھے روپوش ہونا پڑا اب میں دوبارہ ایک مقام حاصل کرنے کی سوچ رہا ہوں؟“

ماہرہ نے اپنا اٹھ اس کے گہریاں میں پھرتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

”تم ان لوگوں کو اپنی مٹھی میں بند کرنے کے متعلق سوچ رہے ہو نا؟“

”کیا مطلب؟“ وہ چونک پڑا۔ ”یہ تمہیں کس نے بتایا؟“

ماہرہ کے چہرے پر ایک مسمیہ لگی چھا لئی اب وہ ادھیر عمر کی ایک زمانہ شناس عورت معلوم ہو رہی تھی جو اپنے لڑکے کی نادانی پر اسے سمجھانا چاہتی ہو۔

”یہ میرا اندازہ ہے۔ تم جرائم پیشہ لوگوں کا سربراہ بننے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ تم انہیں اپنے کمرے دکھا کر رفتہ رفتہ ان کی نس نس میں اتار جانا چاہتے ہو۔ اور کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہاری ماہ میں آنے والی ہر رکاوٹ تمہاری ایک ہی ٹھوکر سے گر جائے۔“

ڈلن سننے میں آگیا۔ چند لمحوں تک وہ اس سکار لڑکی کو کہتے توڑ نظر دیا۔ گھوٹا رہا پھر اس نے چھٹ کر اس کی کلائی دلو پڑ لی۔ سخت اور گھردری الکلیاں ماہرہ کی کلائی میں دھنسنے لگیں۔

”تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے بے بی۔“ اس کا لہجہ اسپاٹ تھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ تم میرے متعلق کافی سوچتی رہی ہو۔“

دونوں ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں گھور رہے تھے۔

”کیا تم یہ باقی پولیس کو بتا دو گی؟“ ڈلن نے شکوک لہجے میں کہا۔

”ہیئنہ۔“ وہ زہریلے انداز میں ہنس دی۔ پولیس تمہارا کیا بگاڑے گی۔۔۔

پولیس نے اس وقت تمہارا کیا بگاڑ لیا تھا جب تم نے نیلسن کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔۔۔۔۔ پولیس نے اس وقت کیا کیا جب تم نے میرے باپ کو گولی مار دی۔۔۔۔۔

پولیس اب کیا کر سکی جب تم ایک یارن کیبن میں تک جونی کو موت کی نیند سلا کر ڈالو گے کیس اس سٹی میں مجرموں کی پناہ گاہ میں بیٹھے ہو؟“

کافی دیر وہاں خاموشی طاری رہی۔ دونوں اپنی جگہ پر ایک دوسرے کے متعلق تیزی سے سوچ رہے تھے۔

دفعۃً دروازے پر ہونے والی دستک نے انہیں چونکا دیا۔ ڈن نے دروازہ کھولا۔ سامنے ایک بلی پتلی اور ستے ہوئے چہرے والی لڑکی کھانے کی برے لئے کھڑی تھی۔

۱۲

رو کسی اپنے کمرے میں ناشتہ کرنے میں مصروف تھا اس کے سامنے میز پر کیناس سٹی ٹائمز پھیلا ہوا تھا جس تیزی سے وہ ناشتہ کر رہا تھا اتنی ہی تیزی سے اس کی نظریں اخبار کے کالم پر پھسل رہی تھیں۔

فین کوئلٹ بستر پر مڑا رہتی۔ سگریٹ اس کے ہونٹوں میں دبایا ہوا تھا اور وہ نیم باز آنکھوں سے رو کسی کو دیکھ رہی تھی۔

”مجھے تمہاری یہ عادت بری طرح کھلتی ہے۔ کم از کم ناشتہ کے دوران تو اخبار مت پڑھا کرو۔“ وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

”اخبار سننی خیز خبروں سے بھرا ہوا ہے دُیّا“ وہ اخبار سے نظریں اٹا کر

لغیر لولا۔

”جھاڑ میں گین سننی خیز خبریں“ اس نے اخبار میز پر سے کھینچ لیا۔

”آرام سے ناشتہ کرو۔“

رو کسی نے مسکرا کر فین کی طرف دیکھا اور کافی کا کپ پینے کے بعد سگریٹ سلگانے

لگا۔

”آج کا کوئی پروگرام؟“ اس نے دھواں اٹکتے ہوئے کہا۔

”دس بجے ہم ہوٹل میں پہنچے ہوئے ہیں۔“ فین نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

”اچھی بات ہے میں تمہیں کمر پر ہی ملوں گا۔“

”نہیں تم خود وہاں پہنچ جانا۔“

”چلو اس طرح سہی۔“

دروازے پر دستک ہوئی رو کسی کا ہاتھ بے اختیار کوئلٹ کی جیب میں پڑے

دیا لور کی طرف بڑھا۔

”کون؟“

”دروازہ کھلو رو کسی سب ٹھیک ہے۔“ مس بینو کی چلبلائی آواز سنائی دی

رو کسی نے دروازے کا بولٹ گھمادیا۔

”تمہارے لئے خوشخبری۔ تمہارے نئے پڑوسی آکر آباد ہو چکے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟“

”نہ صرف ذات شریف بلکہ ذات شریف بھی ساتھ ہے۔“ مس بینو نے سن

کر کہا۔

”لیکن وہ ہے کون؟“

”تم نے کبھی ڈلن کا نام سنا ہے؟“

”ڈلن۔“ روکی چونک پڑا۔ ”لیکن وہ تو کافی عرصہ سے روپوش تھا۔ فین

کیا تم اسے جانتی ہو؟“

”معتوڑا بہت جانتی ہوں.... دہی نا جس کے متعلق مشہور ہے کہ نہ کبھی

شراب پیتا ہے اور نہ سنگٹ.... اور ہاں عورت کے جودے تو ور بھاگتا ہے.... سنا ہے وہ نہایت مہلک شخص ہے۔“

”اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے۔“ مس بنجولوی۔ ”وہ لڑکی مجھے ایک آنکھ

نہیں بھائی۔ بڑی نحوس سی شکل والی ہے۔ البتہ وہ ڈلن کافی قد کاٹھ کا ہے؟“

”کیا وہ ہینڈسوم بھی ہے؟“ فین اشتیاق سے بولی۔

”میرا خیال ہے نہیں یخ پانی سے نہانا چاہیے۔“ روکی ہنس کر بولا۔ ”تاکہ تمہارے

جسم کی گرمی دھو ہو۔“

”بے شک وہ ہینڈسوم ہے۔ لباس بہترین، قد دراز، جیم مضبوط اور سرتی۔“

... یقیناً وہ تمہارے بیڈ پر بہت اچھا ہے گا۔“ مس بنجولوی نے لقمہ دیا۔

معتوڑی دیر تک ڈلن کے درمیان موضوع سخن بنارہا۔ پھر مس بنجولوی

سے رخصت ہو گئی۔ فین کلاسٹ بھی باہر جانے کی تیاری کرنے لگی۔

”میرا خیال ہے ان دونوں کو بھی پلچ پر مدعو کر لیں۔ معلوم تو ہو وہ لوگ کس

تمناش کے مالک ہیں۔“ روکی بولا۔

”کوئی ہرج تو نہیں لیکن اگر اس چڑیل نے تمہارے ساتھ آنکھ ملکا کرنے

کی کوشش کی تو میں اس کی آنکھیں نکال لوں گی؟“

”ارے اب بھلا مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ ایک فٹ دو فٹوں کا مقابلہ

کروں۔“ روکی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

اس کے جانے کے بعد روکی نے دوبارہ اخبار اٹھا کر جوائنٹ کی خبریں پڑھنا شروع

کے دیں۔

روکی قد کاٹھ کا خوبصورت آدمی تھا۔ اس کا تعلق کاریں چوری کرنے والے

ایک گروہ سے تھا۔ ہر مہینے خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی تھی۔ جوائنٹ کی دنیا میں کافی

عرصہ سے موجود تھا مگر ابھی تک کوئی پولیس ریکارڈ نہ تھا۔ جوائنٹ میں وہ چوری

چکاری تک اسی محدود دھماکے کی نویت قتل و غارت گیری تک نہ پہنچی تھی۔ اسی وجہ

سے اس کی زندگی خوشگوار گزر رہی تھی۔

برے دنوں میں فین کولسٹ نے اس کی کافی مدد کی تھی جس کی وجہ سے

ان کی دوستی ہو گئی۔ فین کا کام لوگوں کی جیبیں صاف کرنا تھا۔ صبح سویرے وہ

بیگ ہاتھ میں ڈال کر پھرے نکل جاتی اور شام کو زیورات اور نقدی سے لدی پھنڈی

لوٹتی۔

وہ عرصہ اٹھارہ ماہ سے ایک ساتھ رہ رہے تھے۔ مجموعی اعتبار سے دونوں

ایک دوسرے سے خوش تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی شخصیت کے متعلق اپنی اپنی رائے

رکھتے تھے۔ فین کا خیال تھا کہ روکی جونیئریورپے بھاگا ہوا کوئی شخص ہے جو

یہاں گناہی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور روکی کا خیال تھا کہ فین کوئی آوارہ مزاج

کی گھمٹ گملا ہے۔ تاہم وہ ہر اعتبار سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ اکٹھے رہتے

نئے اکٹھے سوتے تھے اور ان کے درمیان جنسی تعلقات بھی قائم تھے۔

روسی نے جیسے جیسے نگم کا ایک ٹکڑا نکال کر منہ میں رکھا اور پر خیال انداز میں جبرے ہلانے لگا۔ اس کے ذہن کے پردے پر وہ تمام باتیں ابھر رہی تھیں۔ جو وہ دل کے بائے میں لوگوں سے چکا تھا۔

دقت گذاری کے خیال سے اس نے گٹار اٹھلایا اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس کے تاروں کو چھیڑ دیا۔ اس کی نگاہوں میں مائہ کی خیالی تصویر اتر آئی۔۔۔ شاید وہ میرنگوں کی لے سے متاثر ہو کر چلی آئے۔۔۔ پر امید نظروں سے کھلے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سوچا۔

رنتہ رنتہ گٹار کی لے میں اس کی پرسوز آواز بھی شامل ہو گئی۔ ساز اور آواز کا سجم۔۔۔۔۔ روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والی موسیقی۔۔۔۔۔ دل کے تاروں کو بھیجنے والی صدا۔۔۔۔۔ کمرے کا ماحول اک عجیب سحر میں گہ فترا محسوس ہونے لگا۔۔۔۔۔ وہ فن کی گہرائیوں میں کھو چکا تھا۔ اس کی صدا اس کے دل سے ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ اس کا وجود گٹار کے تاروں سے ابھرنے والی موسیقی میں ڈوب چکا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے گٹار بجا رہا۔۔۔۔۔ اور گہرے کئے ماحول سے بے خبر اس کی انگلیاں گٹار کے تاروں میں روح چھو نکلتی رہیں۔

پھر اچانک اس کے ہاتھ بھٹم گئے۔ زبان رک گئی۔۔۔ آنکھیں کھولیں۔ تو سامنے مائہ کھڑی اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔

”ارے تم ضرور یہ سمجھ کر آئی ہو گی کہ یہاں شاید کتوں کی لڑائی ہو رہی ہے؟“
”اوہ نہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے آواز پر شک لا جواب ہے، بجا بھی

اچھا لیتے ہو لیکن کرو میں تمہاری آواز سے متاثر ہو کر چلی آئی ہوں۔“

”کیا واقعی؟“ اس نے خوش ہو کر کہا۔ ”اچھا تو اب ساری رپور“ کا ایک اور نمبر سناؤں؟“

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

روسی نے مسکراتے ہوئے ایک شوخ نغمے کا ساز چھیڑ دیا۔ اس دوران میں اس نے مائہ کی خوبصورت آنکھوں کی گہرائی میں بھاٹکتے ہوئے سوچا کہ فین کے چہرے کی نسبت اس لڑکی کا چہرہ کتنا ہموار اور پرکشش ہے۔ دوسری طرف مائہ سوچ رہی تھی کہ روسی کی مشیہ جارحانہ سے کس قدر مشابہ ہے۔ پہلی ہی نظر میں اس کی آنکھوں میں روسی کے لئے پسندیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

دلن جذبات سے عادی چہرہ لئے کمرے میں داخل ہوا۔ روسی نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور گٹار کا تانبہ کمر دیا۔

”میں اپنے پڑوسیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔“ روسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اور اس بات کا خواہاں ہوں کہ تم لوگ پیسے میں میرا ساتھ دو۔“

مائہ کمرے پر بیٹھ گئی مائہ دلن بدستور کھڑا ہوا مختلف زاویوں سے روسی کا جائزہ لیتا رہا۔

روسی نے تین بائی ہال لاکہ میز پر رکھ دیئے۔ دلن نے اپنا گلاس میز پر سے اٹھا کر اٹھا کر دیا۔

”کیوں؟“ روسی نے پوچھا۔

”میں نہیں پیتا۔“

”اچھا بھیر بیٹھ تو جاؤ۔“ ماہرہ نے کہا۔
 ”مجھے ماہرہ کہتے ہیں۔“ مخدومی دیر بعد اس نے ایک گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔
 ”اور یہ ڈلن ہے۔“

”یقین کرو مجھے تم لوگوں سے مل کر۔۔۔۔“

”تم کیا کہتے ہو؟“ ڈلن نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

”میں یہاں روکھی کے نام سے پکارا جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے ہمیں پیشے کے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے دیگر حالات کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ تاکہ ہمارے درمیان تعلقات کو یوں دور ہو جائے۔“

”تعلقات کو گڈ لی مارو۔“ ڈلن نے ناگوار دھڑکتے ہوئے کہا۔ ”میں شرط لگا سکتا ہوں کہ تم میرے متعلق ابھی طرح جانتے ہو۔“

روکھی نے ہیٹ آنکھوں پر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ اس پر واضح ہو رہا تھا۔ کہ اس شخص کے متعلق جو کچھ وہ سن چکا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، اس کی نظروں کے سامنے وہ منظر بھی گھوم گیا۔ جیب ڈلن نے ایک شہر کے عین بیچ بیانگ دہل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

”ہاں یہ نہ تھلے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”لیکن میرا پیشہ مخدومی دہا ہے۔ میں کاریں چرانے والی ایک جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ کافی عرصہ سے یہی دھندہ کر رہا ہوں۔“

ڈلن کے ہونٹوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ دوڑ ہو گئی۔

”میں کافی عرصہ بعد یہاں وارد ہوا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”ہاں۔ میرا خیال ہے اب تک تم لوگوں کے لئے بھولا بسرا خواب بن گئے ہوں؟“
 ”میں اپنا مقام حاصل کرنا جانتا ہوں اسی لئے یہاں کے پھنے خان سے ملنا چاہتا ہوں۔“
 ”مضرب ضرور۔ میں تم سے پورا پورا تعاون کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں تمہیں یہاں کے حالات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہاں سے پرانے لوگوں کی بد معاشری ختم ہو چکی ہے اور نئے پھنے خان آئے ہیں۔ وہ دل میں یہ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ کوئی سونا ان کے راستے میں حائل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو چھڑنا الیا ہی ہے جیسے بھڑوں کے چھتے کو چھڑ دیا جائے یہاں ہر قدم بھونک بھونک کر اٹھانا پڑتا ہے کہ کہیں غلطی سے کسی سوتے ہوئے میسرے پر نہ پڑ جائے۔“

”میں ان کو تو بے بننا اچھی طرح جانتا ہوں۔“ ڈلن نے سر دلیجے میں کہا۔
 ”یہاں تنہا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔“ روکھی بولا۔ ”میں عرصہ دس سال سے دنیا سے جرائم میں رہ رہا ہوں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرا پادشہ کبھی کسی سوتے ہوئے میسرے پر نہیں پڑا یہ لوگ بے حد سکارا فریبی ایسے جس اور خطرناک ہوتے ہیں۔ فرض کیا تم پھنے خان ہو۔ اس صورت میں تمہیں نہ صرف اپنی حفاظت کا مکمل انتظام کرنا ہو سکا بلکہ ایف بی آئی کے بچوں سے محفوظ رہنے کے لئے انہیں اتنا چارہ ڈالنا ہو سکا کہ وہ لوگ ناک بھون چر چلے بغیر تم سے مفاہمت کئے رہیں۔“

تیلی فون کی گھنٹی نے انہیں چونکا دیا۔ روکھی نے جا کر رسی دور اٹھایا۔

”گلی میں کچھ لوگ لشت کرتے پھر رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے ایک بھنبھاتی ہوئی آواز سنائی دی؟ ”میرے خیال میں وہ لوگ ایف بی آئی کے ایجنٹ ہیں۔۔۔۔“
 ”وہ اب وہ لوگ ادھر ہی آرہے ہیں۔“

”بہر وقت اطلاع کے لئے شکریہ پال، یہ کہہ کر اس نے ریسپوررک دیا۔
”سنا تم نے۔ ایف بی آئی کے ایجنٹ ادھر آ رہے ہیں۔ تم لوگ جلدی سے
اپنے ریلوے کوچ یا دو درندہ مصیبت کھڑی کر دیں گے۔“

لیکن ہم انہیں چھپائیں کہاں؟ وہ مارمہ نے پوچھا۔
 "روسی نے آستان کے قریب پہنچ کر اس کا اندوہی حصہ دماز کی طرح باہر
 کھینچا۔ اندر کا فی خلاء نظر آ رہا تھا۔"

”ایسی ہی دراز بڑھیمانے ہر کمرے میں بنوائی ہے۔“
 ڈن اپنے کمرے میں گیا اور اپنے دونوں ریلو اور ایک تھامن کا پستول
 خفیہ دراز میں ڈال کر روکشی کے کمرے میں لوٹ آیا۔

اچانک باہر صیے بھونچال سا آگیا۔ ماہاری میں دھڑلے دھڑلے سے لوٹ بجنے لگے۔ بالآخر یہ بھونچال روکی کے کمرے کے سامنے آکر ختم ہو گیا۔ دھماکے سے دروازہ کھلا اور دو گڑبڑیل قسم کے آدمی نمودار ہوئے ہونے اندر داخل ہوئے۔

”ہیلو بوائے“ روکی نے کسی پر بیٹھے بیٹھے چیخ کر کہا۔

”میرا خیال ہے تم لوگ یہاں میری بدسوئی سمجھتے ہوئے تو نہیں آئے ہو؟“
”مجھ سے بات کہتے ہوئے شرافت سے کھڑے ہو جا یا کہو۔“ اس کے شخص
نے ناک پھون چڑھا کر کہا۔

مذہبی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ جیسے اگر اس نے ذرا سی بھی تاخیر کی تو کہہ سکیں کہ نہٹ ووڈ نے بگے گا۔

”میرا سزاں آپ کافی عرصہ بعد نظر آئے ہیں معلوم ہوتا ہے بہت مصروف

وہ چاروں زہریلی کے ہوٹل میں جمع ہوئے اور بال میں کہنے پر مٹی پر ہونٹوں پر جا بیٹھے۔

ہاں سے طوفان یہ مائیکہ اور ڈن ہیں ہمارے پر دوسری،
لیکن فین کو صرف ڈن سے ملنے کی خواہاں تھی۔

تم سے مل کے بے حد خوش ہوں۔ وہ دن ہے کہ "محب حق" جو ان سب سے
لاالقی قرار میں گھوڑے جا رہا تھا۔

ماہمہ ناچہر و جنبات سے عادی نظر آ رہا تھا اس کے سامنے والی نشست پر فرین بیٹھی تھی اور سامنے والی نشستوں پر دلن اور رومی نظر آ رہے تھے۔

”مجھے تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی مسٹر روکھی مائیں نے فین کو چڑھانے کی فرمائش کی۔

سچ ہے! " فین نے تلملایا کہ اس کی طرف دیکھا۔ تم اپنی ماں کی گود سے بھاگ کر یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔ اور تم نے بھی اچھا نہیں کیا اس سچی کہ اغوا کر کے آخری فقرہ اس نے دل سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

اسے مت چھیرو۔ مائمنے ٹولن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ

ہے ہیں۔ اس مرتبہ اس کا لہجہ مودبانہ تھا۔

”تمہارا دلوا اور کہاں ہے؟“

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب میں بارود میٹھی اسی دور ہی رہتا ہوں۔“ اچانک اس کی نظر ڈلن اور مائٹھ پر پڑی۔

”میرا خیال ہے یہ کوئی نیا ہی جانور ہے۔ سٹران نے اپنے ساتھی سے کہا جواباً اس کے ساتھی نے ڈلن کو دیکھ کر ایسا منہ بنایا جیسے غلطی سے کومین کی گولی چبا گیا ہو۔“
”ہے۔ تم کون ہو سٹران یہاں کیا کرتے پھر رہے ہو؟“ سٹران نے اپنے رداٹی لہجے میں کہا۔

”اگہ میں یہاں اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑی سی پیتا ہوں تو تمہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“ ڈلن نے کہا۔

”تم آئے کہاں سے ہو؟“ سٹران نے سخت لہجے میں کہا۔
”ڈلن نے غضبناک انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ سٹران نے ایک زبردست گھونٹہ اس کے جیڑے پر دے مارا جس کے نتیجے میں ڈلن کے کسمیت دوسری طرف الٹ گیا۔“
”ڈلن اسے کچھ نہ کہنا ورنہ جان عذاب میں پھنسا بیٹھو گے۔“ روکی نے چیخ کر کہا۔ ڈلن فریضے اٹھا، کرسی کو سیدھا کیا اور نصرت انگیز اذنان سے سٹران کو ٹھوٹے ہوئے جیڑا سہلانے لگا۔

”سنو پائی بندر!“ سٹران نے دانت پیس کر کہا۔ ”جیب میں کوئی سوال کروں تو فرمانبردار بچوں کی طرح جواب دیا کرو۔ شاباش اب بتاؤ تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا نام کیسا ہے؟“

دوسرے شخصوں نے پر رولڈ اور تانے کھڑا تھا۔

میں۔ پلاسٹک سے آیا ہوں اور نام جرف ہے۔ نک جرفی، ڈن

نے دانت بھینچ کر کہا۔

”بہت اچھے، سٹران نے خوش ہو کر کہا۔“ سنو بر فخر دار یہاں سے جتنی

جلد ممکن ہو لیٹر لوریا گول کر جاؤ۔ میں یہاں کی فضا مکر نہیں دیکھ سکتا۔ ویسے

کہیں اور جانے سے بہتر یہ پلاسٹکس دل جا کر من سے رہو۔ سنا تم نے؟“

ڈن انتہائی مضبوط سے فخر دبائے کھڑا تھا اسے خاموش دیکھ کر سٹران نے

دوبارہ مکہ بنایا۔

”میری بات کا جلد دو بر فخر دار۔ یادوں ایک اور گھولنے؟“

”میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

”بہت اچھے۔“ سٹران نے خوشی سے غرہ لگایا۔ ”بہت ہی اچھے۔۔۔۔ اور سٹران

اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟“ وہ ماترہ سے مخاطب ہوا۔

”میں اس کی بیوی ہوں؟ ماترہ نے پر وقار لہجے میں کہا۔

”یہ جگہ تمہارے لئے نہیں ہے سٹران۔ اس بندر کے ساتھ تمہاری جوڑی بالکل

نہیں سمجھی اس لئے بہتر ہے کہ فوراً اپنی والدہ کے پاس لوٹ جاؤ۔“ یہ کہہ کر وہ کمرے

سے نکل گیا۔

”تم سے بھی پنٹ لوں گا۔“ ڈن دانت پیس کر غرایا۔

صرف جوان اور نرم و نازک لڑکیوں کو پسند کرتا ہے تم جیسی سڑی بسی ڈبل روٹیوں کو نہیں... نہیں یقین آتا تو لپچھ لپچھ۔

فین ٹھسے آگ بگولہ نظر آ رہی تھی۔ چہرے کے تیرے الیا لگا تھا جیسے ابھی مائہ پر جھپٹ پڑے گی۔

”صرف باتوں سے کام چلے گا۔ بچے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مائہ نے چرائے والے انداز میں کہا۔

روٹی خوردوں کی لڑائی سے ہریش ہی گھبراتا تھا۔ اس لئے ان دونوں کی نوک بھونک سن کر وہ ہرگز سا ہو گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ یہ لڑائی طول کھڈتی ویر شراب کا آرڈر سڑو کر لئے ان کی میز پر پہنچ گیا۔ اور وہ لوگ شراب کی چسکیاں لینے میں مصروف ہو گئے۔

ڈلن اب بھی ان سے بے کلفتی نظر آ رہا تھا۔

”کیا بات ہے ڈیڈ تم بہت خاموش ہو؟“ فین ڈلن کے سامنے میز پر جھکتی ہوئی بولی۔ جھکنے سے اس کا سارا سینہ نظر آنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ حربہ بڑے بڑے زارڈوں کا یہاں متزلزل کرنے کے لئے اکیس ہے۔ مگر یہاں تو الٹی لنگاہ بہ رہی تھی۔ ڈلن نے اس بری طرح اسے ٹھوکر دیکھا کہ وہ ہم کر سیدھی ہو گئی۔

یاد ہے تم نے مجھ سے کچھ کہا تھا، ڈلن نے روٹی کو مخاطب کیا۔

”اوہ ہاں..... وہ سامنے بھاری بھر کم آدمی دیکھ رہے ہوتا اس کا نام ہرٹ ہے۔ یہ یہاں کا پھنڈ خان ہے۔ اس کا کاروبار شیطان کی آنت بن کر سائے قبضے میں پھیلا ہوا ہے۔“

ڈلن نے روٹی کی بتائی ہوئی سمت دیکھا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک بھاری

بھر کم جسم والا آدمی بیٹھا شراب نوشی میں مشغول تھا۔ میز پر وہ تنہا تھا۔ سیاہ رنگ کے میٹ ڈیمت لباس میں وہ کسی ملک کا سربراہ نظر آ رہا تھا۔

”کیا تم کبھی اس سے ملے ہو؟“ مائہ نے روٹی سے پوچھا۔

”یہ کہنے بتایا نا کہ وہ یہاں کا پھنڈ خان ہے۔ پھر میسٹر تیرے جیسے لوگوں سے میل جول کیونکر ممکن ہو۔“

”ہو سکتا ہے اسے ہرٹ کے قریب ہونے کا چانس مل ہی جائے۔“ فین نے جل کر مائہ کی طرف اشارہ کیا۔

”کیوں کیا تم نا کام رہی ہو؟“ مائہ نے جوابی حملہ کیا۔

ایک مرتبہ پھر ان کے درمیان تلخ کلامی چھڑ گئی۔

”ادھ خلیا ختم کر دیو سب کچھ“ روٹی نے بوکھلا کر کہا۔ ”ہرٹ تمہاری باتیں سن کر خوش نہیں ہوگا۔“

مائہ نے چپ سادھ لی الیہ فین زیر لب بڑبڑائی۔

”ہرٹ کی پھنڈ بازی کا دور اب ختم ہونے کو ہے۔ روٹی نے ڈلن سے کہا۔

”کیوں؟“

”لٹل ایف اے قتل کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ چوٹ برابر کی تھی۔ مگر کچھ

عرصے لٹل ارنی کی کینگ مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ ہرٹ کے کچھ آدمی اس

سے جا ملے ہیں مام خیال ہے کہ ہرٹ کے دن پوٹے ہونے کو ہیں۔“

”تو یہ لٹل ارنی بھی یہاں کا پھنڈ خان ہے؟“

”ہاں اس مرتبہ صورت حال عجیب ہو گئی ہے۔ لٹل ارنی آہستہ آہستہ پھنڈ

بازی کے میدان میں اچھلا رہا تھا اور اب ہر سٹ بول کھلایا پھر رہا تھا۔ ظاہر ہے ایک
 پیام میں وہ تلواریں نہیں رہ سکتیں کسی ایک کو تو مرنہ ہی ہو گا؟
 "جو سکتا ہے اس سے پہلے ہر سٹ لٹا دینی کو کچھا ڈوے؟" ماٹروہ نے خیال
 ظاہر کیا۔

"اس کے اندکانات بہت کم ہیں؟" روکھی بولا۔ "صورت حال یہ ہے کہ ہر سٹ
 سکاٹارو یا آٹومٹک ٹینوں کے ذریعے چل رہا ہے۔ لٹا دینی نے بھی اپنی مارکیٹ بتائی
 ہے اب دونوں ایک دوسرے کو گھسنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہیں ایک
 قدر زور تو میرے مشنر کے ہے اور وہ یہ کہ دونوں حرم و آذ کے غلام ہیں۔ قناعات ان
 کی سرشت میں نہیں۔ مکاری دونوں میں کدو کدو کر بھری گئی ہے۔ ٹکڑا ایک باغ
 ہر سٹ کے لئے تنویش کا بن چکی ہے اور وہ یہ کہ اس کی گینگ میں کچھ کالی بیڑیں
 گھسی آئی ہیں۔ اس وجہ سے اس کا اقتدار خطے میں پڑ چکا ہے۔"
 "تھوڑی دیر اس موضوع پر بحث ہوتی رہی پھر ڈلن وہاں سے اٹھ کر باہر نکل
 آیا۔ ماٹروہ اس کے ساتھ تھی۔

"مجھے کافی حوصلے سے کار کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔" ڈلن نے فٹ پائید
 پر چلتے ہوئے کہا۔

"کار؟" ماٹروہ چونک کر بولی۔ "رقم کہاں سے آئے گی؟"

"یہ سوچنا میرا کام ہے تم اپنا ذہن بستر پر روکی کے ساتھ ملاقات کرنے پر لگا دو
 اس نے زیر خند لہجے میں کہا۔

بین اسٹریٹ کے ٹکڑے پر ایک گیرانہ واقع تھا جہاں ایک قطار میں سیکنڈ

ہینڈ کار میں کھڑی تھیں۔ ڈلن نے ان میں سے ایک پر پکار ڈیا کہ منتخب کی
 کافی بحث اور رد و قدح کے بعد وہ کار کا سودا سودا سو ڈالر میں کرنے میں
 کامیاب ہو گیا۔ اس نے مالک سے کہا کہ وہ کار کی اچھی طرح صفائی کر دے اور میٹرول
 ڈلواسے، وہ صبح کو آکر کار لے جائے گا۔

"آخر یہ پیسہ آئے گا کہاں سے؟" ماٹروہ نے رستے میں پھر دہرایا منت کیا۔
 "گھبراؤ کیوں ہو؟" ڈلن معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "رات نہ آئیے وہ پھر تیرا
 دل گا۔ کہ پیسہ کہاں سے آئے گا۔"

اس رات انہوں نے کوئی نو سو سو اسٹیشن پر ڈاکہ ڈالا۔ کافی تنگدستی رقم ہاتھ
 لگی ہوئی پہنچ کر ڈلن تو کرسی پر بیٹھ کر رقم گنتے بیٹھ گیا۔ اور ماٹروہ شب خواہی
 کا لباس پہنے لگی۔ لباس پہن کر اس نے بالوں کا کلیپ کھینچ دیا۔ سیاہ دراز زلفیں
 اس کے شانوں پر بکھر گئیں۔ شب خواہی کے لباس میں سے اس کا جسم جھلک رہا تھا
 ایک مرتبہ ڈلن نے سر اٹھا کر اس کے سر پرے کو دیکھا پھر سر جھکا کر ٹیٹ گنتے لگا۔ ماٹروہ
 اس کی پشت پر جا کر کھڑی ہو گئی اور اسے ٹیٹ گنتے دیکھتی رہی جب وہ رقم گن

چکا تو اس نے اپنی بائیں اس کی گردن میں حائل کر دیں۔ جذبات اس کے جسم میں
انگڑیاں اٹھنے لگے تھے۔

”اپنے پنجے مجھ سے دور رکھا کرو۔“ ڈلن نے بے دردی سے اس کے ہاتھ جھٹک

دیے۔ ”میں تباہی خواہش پوری نہیں کر سکتا۔“

”ہم اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے ڈلن۔“ وہ تھلا کر بولی
ایک تہ بھر اس نے ڈلن کو اپنی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی مگر اس مرتبہ ڈلن نے
اسے بڑی طرح جھٹک دیا۔

”چپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ جاؤ۔ یا کسی اور پر جا کر ڈوٹے ڈالو۔“

یہ کہتا ہوا وہ اپنے بستر پر چلا گیا، مگر وہ دم بخود سی ٹکڑے کے درمیان کھڑی
اسے دیکھتی رہی۔ پھر اچانک شکست خوردگی کے احساس نے اسے ہر طرف رخ کر دیا

اس نے جھنجھلا کر کہہ دیا کہ ”تارنا شروع کر دئیے۔“ حقوڑی دیر بعد وہ سر پائے پر نہ
حالت میں تکی کھڑی ڈلن کو گھوم رہی تھی۔ اور جب ڈلن نے نگاہ اٹھا کر بھی اس کی

طرف نہ دیکھا اور اپنی ڈاڑھی کھینچا تا رہا تو شاید جھنجھلاہٹ کے عالم میں مائردہ
اپنے بستر پر گر پڑی۔ اور نہ چھپا کر سسکیاں بھرتے لگی۔ اس کے دل میں نفرت

جھنجھلاہٹ، افسوس اور شرمساری کے جذبات کا لادا پگھل رہا تھا۔ یہ سوچ
سوچ کر اپنی لذائذ کی تزییل محسوس ہو رہی تھی۔ کہ کافی عرصہ سے وہ دونوں

ایک کمرے میں سو رہے تھے۔ مگر اس دوران ڈلن ایک مرتبہ بھی اس کی طرف متوجہ نہیں
ہوا تھا۔ دل کا غبار نکالنے کے بعد اس نے سوئے ہوئے ڈلن کی طرف دیکھا اور

دل ہی دل میں تہیہ کیا کہ ایک دن ایک دن وہ اسے ضرور نہیر کر کے لے گی۔

صبح ان کی آنکھ اس وقت کھلی جب روکھی دروازے پر دستک نہ رہا تھا
اغذرا داخل ہوتے ہی اس کی نظر سب سے پہلے جس چیز پر پڑی وہ ڈلن کا ریلو اور
تھا۔

”کیا تم لوگوں نے صبح کا اخبار دیکھا ہے؟“ وہ گہری نظروں سے ڈلن کو دیکھتے
ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ کیا کوئی خاصی خبر ہے؟“ مائردہ نے پوچھا۔

روکھی نے اخبار اس کے ہاتھ میں عطا دیا۔ ڈلن نے اخبار مائردہ کے ہاتھوں
سے جھٹ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے صفحے پر کوئی سرویس اسٹیشن پر ڈاکے کی
خبر چھپی تھی۔

تمہارا خیال ہے یہ واردات میں نے کی ہے؟ ڈلن نے غٹک لیں لگا ہوں سے
روکھی کو گھورا۔

روکھی کھال کا انداز تکلم لے عدا گھوڑا گھڑا۔

”صریحاً میں ایسا سوچنے پر مجبور ہوں۔ ہو سکتا ہے تم نے یہی دھندلنا شروع
کرنے کا فیصلہ کیا ہو؟“

”خیر جو صحتی سمجھتے ہو۔“ ڈلن نے لاپرواہی سے کہا۔ ”مگر آئندہ اس
قسم کی خبریں سناتے یہاں مت آنا۔“

اگلے دو ہفتوں کے دوران ڈلن نے تین مختلف جگہوں پر ڈاکہ مارا۔ جن میں سے ایک سروس اسٹیشن، اور دو اسٹور ہتھے۔ ان ڈاکوں سے لے کر اتنی رقم مل گئی تھی کہ وہ کافی عرصہ تک عیش کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ اگرچہ وہ ایک جی کرے بیروٹس پزیر تھے، لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان ایک دلدادہ لڑائی رہی اور مائیکہ بے ستور تشنگانہ کام رہی اس امید پر کہ بالآخر وہ ڈلن کو یکجا کر دکھائے گی۔

روکھی کی تجویز پر انہوں نے گرینڈ الیون پر واقع ایک فلیٹ خرید لیا ایک مرتبہ روکھی نے ڈلن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔ "اس شخص عمران سے محتاط رہنا۔ ایک دفعہ اگر یہ کسی کے پیچھے پڑ جائے تو ناک میں دم کرے ہی چھوڑ دے۔ جتنا اس سے دور رہو گے، اس تھپے میں زیادہ سے زیادہ وقت گزار سکو گے۔"

نیا فلیٹ یونین اسٹیشن کے قریب واقع تھا۔ جس کی پشت پر بھی ایک دروازہ تھا۔ نزدیک ہی ایک جبریل ہسپتال اور ایک سروس اسٹیشن واقع تھا۔

یہ ایک مہینے بعد کا ذکر ہے، روکھی رات کے وقت ان کے فلیٹ میں پہنچا ڈلن کمرے میں ریل کیلے قریب بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ مائیکہ میز تک کہنے پر دھڑک

دھیرے پاؤں مقرر کا رہی تھی۔

کیا بات ہے کچھ ادا اس اور فکرمند نظر آ رہے ہو؟ مائیکہ نے اس کا اتر اتر ہوا چہرہ دیکھ کر کہا۔ ڈلن استغناء میں نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

لٹل ارنی کے غنٹے ہر سٹ کی راہ پر لگ چکے ہیں۔ شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی جائیں۔ روکھی نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

تو پھر تم کیوں گھبرائے ہو؟ ڈلن نے پوچھا۔

.. آفت ہم پر ہی ٹوٹے گی۔ روکھی نے طویل سانس لے کر کہا۔ قاتلوں کا بال بھی بیک نہیں ہوگا، ہر سٹ کے قتل ہوتے ہی پولیس قیامت مٹھڑی کمر دے گی جگہ جگہ پھالے پڑیں گے۔ عام جرائم پیشہ لوگوں کی شامت آجائے گی۔ پولیس دکھاؤ کی کاروائی ایسے ہی لوگوں پر کرتی ہے۔ ایسے میں ہم لوگوں کا بچنا بھی محال ہوگا ہر سٹ پچھنے خانہ ہے اور پولیس اس کی پردہ پردہ۔ لہذا جو کچھ بھی ہوگا، تھوڑا ہی ہوگا۔ بالکل ارنی۔ اس پر مائیکہ ڈالنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہاں تم لوگ بھی نہ بچ سکو گے؟

.. تمہیں یہ خبر کہاں سے ملی؟ ڈلن نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

.. نیچے آچر نے بتایا ہے۔ وہ ارنی کا خندہ ہے۔ رات دین کے ساتھ تھا؟

.. فین نے اسے نشے میں دھست کر کے سب کچھ اگلو الیا۔ اس کے بیان کے مطابق آج رات ہی لٹل ارنی کے خندہ سے ہر سٹ کو قتل کر لے جائے ہیں۔

.. آج رات۔؟ ڈلن زیر لب بڑبڑایا۔

.. ہاں سنا ہے۔ آج کل ہر سٹ کا ایک عودت کے ساتھ معاشرہ چلی

رہا ہے۔ وہ عدوت شہر کے ایک بادسوخ شخص کی بیوی ہے۔ اکثر اوقات کو ہر سٹ سے ملتی ہے۔ اس عدوت کی محبت نے ہر سٹ کو قتل و فہم سے عاری کر دیا ہے جو بات کو بغیر کسی مادی گارڈ کے باہر نکلنے لگا ہے۔ لٹل ارنی کو اس کی سرگرمیوں کا علم ہو چکا ہے اسی لئے آج رات۔

ہر سٹ کس جگہ اس عدوت سے ملے؟ "ڈلن نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔
"اس نے ایک جگہ فلیٹ خرید رکھا ہے۔"
"پتہ بتاؤ۔"

ستارہویں کارڈ پر ایپارٹمنٹ نمبر ۳۶ "روکسی نے جواب دیا۔
"ہوں۔" ڈلن کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

روکسی کے رخصت ہونے کے بعد اس نے ماٹہ سے کہا۔
"ٹامی گن نکال کر میسرے ساتھ چلو۔ میں لٹل ارنی کے غنڈے سے پہلے ہر سٹ تک پہنچتا ہے۔"

"تو تمہارا مطلب ہے تم اسے پھانسی دے جاؤ گے؟" ماٹہ نے چونک کر کہا۔
"ہاں۔ یہ ایک ایسا موقع ہے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ہر سٹ کو اپنی جانب متوجہ کر سکتا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی؟" ماٹہ نے غصے سے کہا۔
"کیونکہ اس وقت کمزور۔" ڈلن جھکا کر بولا۔ "کافی دنوں بعد یہ موقع اچھا آیا ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو بے دریغ کوئی مادہ دوں گا۔"

دھکیں کارڈ ثابت ہوئی اور ماٹہ اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی کارڈیز

رٹاری سے یونین اسٹیشن، واشنگٹن روڈ اور مین سٹریٹ کو پہنچے پھر ڈی ہونی ستارہویں کارڈ میں داخل ہو گئی۔

"زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کہ ناکہ گولی نہ چلنے پائے؟" ماٹہ نے کہا۔
"مٹھے کا شکریہ۔" ڈلن نے منہ ہٹا کر کہا۔ "اب خاموش رہو۔"

ماٹہ نے سچی سے اپنے ہونٹ بھجھ لئے۔
عمار کے سامنے پہنچ کر اس نے کارڈ روک دی۔
"میرا خیال ہے وہ لوگ فوڈ فلوئر پر ہوں گے۔ ہم پھوڑ فلوئر تک پہنچیں۔
استعمال کریں گے پھر داند سے پیدل چلیں گے۔" ماٹہ نے کہا۔

"نہیں ہم یہیں سے پیدل چلیں گے۔" ڈلن نے کار سے نکلے ہوئے کہا۔
سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے جب وہ پھوڑ فلوئر پر پہنچے تو وہاں انہیں دو شخص نظر آئے۔ جو ایک جگہ کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی نگاہوں سے غیر مشرعیانہ اظہار صاف جھٹک رہے تھے۔

"یقیناً یہ لٹل ارنی کے غنڈے ہوں گے شاید لٹل ارنی کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں۔" ڈلن بولا۔

"پھر کیا ارادہ ہے؟" ماٹہ نے بے صبری سے کہا۔

"پہلے ہم ہر سٹ کو باہر نکالیں گے اس دوران اگر انہوں نے گڈ بڑکرنے کی کوشش کی تو میں ان سے پیٹ لیں گا۔ اب تم جا کر ہر سٹ کے ایپارٹمنٹ پر دستک دو۔ میں اوپر والی منزل پر جا کر چھپ جاؤں گا۔۔۔"

ماٹہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ایپارٹمنٹ کی طرف جاتے ہوئے

اس کے پاؤں لڑکھڑاہے تھے۔

اس نے کال جیل دہائی۔ تھوڑا سا توقف کیا مگر کوئی دروازہ پر نظر نہ ہوا۔ پھر تھنٹی سجائی مگر حجاب نثار نہ۔

دفعتاً دونوں افراد تیز قدموں سے چلتے ہوئے مائمرہ کے قریب آئے۔
 ”پہاں سے بھاگ جاؤ سسٹر۔“ ان میں سے ایک نے نرم لہجے میں کہا۔
 ”کیا مطلب؟“ وہ بگڑ کر بولی۔

اسی شخص نے چھپٹ کر اس کی کلائی دبوچ لی اور نرم لہجے میں بولا۔
 ”خبردار چلنے کی کوشش کی تو کلائی مروڑ دوں گا۔“

مائمرہ نے ایک جھٹکاتے کہ اپنی کلائی چھڑائی اور ایک طرف دوڑ پڑی۔
 اسی لمحے ڈن دلیوار کی اوٹ سے نکل کر سامنے آگیا اسے دیکھ کر ان دونوں نے بھرتی سے اپنے ریلوے نکال لینا چاہا۔ مگر ڈن کے تعاس نے مہلت نہ دی۔ وہ بے لایح ٹرائینگ دہاتا چلا گیا۔ پے درپے کئی دھماکے ہوئے اور وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں رقص کرتے ہوئے فرش پر گر گئے۔ راہلری کہ بناک چیخوں اور دھماکوں سے لڑنے پرانڈا ہو گئی۔ مرنے والوں میں سے ایک نے آخری بار سراپٹھا کہ ڈن کی طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ کوئی آدمی نہیں موت کا فرشتہ ہو۔

ڈن بھاگتا ہوا مائمرہ کے قریب پہنچا جو دیوار کے ساتھ چھپی بری طرح کاپا ہی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

”ہوٹل میں آؤ۔“ ڈن نے اس کا شانہ بھینچھوڑتے ہوئے کہا۔ کیا وہ چوہا بل سے باہر نہیں آیا۔“

”نہیں۔۔۔ میں نے کچھ مرتبہ ٹھنٹی سجائی تھی۔ تم۔۔۔ مگر کوئی بھی دروازہ پر نہیں آیا۔“ ڈن نے دروازے کے قریب جا کر لپٹول کی ضرب سے دستک دی۔

”دروازہ کھولو۔ لڑائی ختم ہو گئی ہے۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ ایک آنچ کھلا اور ایک عورت کا چہرہ نظر آیا۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ خوف جھلک رہا تھا۔ پھر دروازہ تھوڑا سا اور کھلا اس مرتبہ سامنے ایک اور خوفزدہ چہرہ نظر آیا۔

”یہ کیا ہو رہا تھا؟“ ہر سٹ نے سنبھلتے ہوئے پوچھا۔
 ”لنگی اور کپڑے تمہیں قتل کرنے آئے تھے۔ مگر میں نے انہیں ختم کر دیا۔“ ڈن بولا۔

”تم کون ہو؟“

”میرا نام ڈن ہے۔“

”اندر آ جاؤ۔“

ڈن اور مائمرہ اندر پہنچ گئے۔ عورت نے دروازہ لاک کر دیا۔

اچانک ہر سٹ نے اپنا ریلوے نکال کر ڈن کی طرف تان دیا۔ اور تحکمانہ لہجہ میں بولا۔ ”اپنا پتلون فرش پر پھینک دو۔“

ڈن نے بے چوں و چرا اتفاقاً فرش پر گر دیا۔

”اب بیچ جاؤ۔“ ہر سٹ نے اطمینان کی سانسی لیتے ہوئے کہا۔ اور تفصیل سے بتا دیا کہ یہ سب کیا تھا؟

۔ لائل ارنی تمہیں ختم کر دانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے غنڈے یہاں بھیج دیئے۔ یہ اطلاع مجھے بھی مل گئی تھی۔ چنانچہ میں نے تمہیں بچانے کا ارادہ کر لیا۔ دو غنڈے میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں ہو سکتا ہے، اور غنڈے بھی باہر کہیں چھپے ہوئے ہوں۔

ہر سٹ نے ٹیلی فون پر کوئی نمبر ڈال کر سلسلہ ملنے پر بولا۔

”میگڈرن۔! ہتھوڑی دیر پہلے یہاں ایک حادثہ ہو چکا ہے ارنی نے اپنے پہلے مجھے قتل کرانے بھیجے تھے۔ ان میں سے دو ہلاک ہو چکے ہیں۔ باقی کو تم نے تلاش کرنا ہے فردا دیگن لے کر پہنچو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے آدمی سوالات میں وقت ضائع نہ کریں۔ بس ان کا کام لائیں اٹھنا اور سائے ایپارٹمنٹوں کی تلاشی لینا ہے۔ اور یہ کام خاموشی سے ہو جانا چاہئے۔“

”جاؤ جا کر اپنے کپڑے پہن لو۔ ریسورکرہ یڈل پر رکھ کر وہ عورت کی طرف پلٹا عورت دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

”تمہیں اس سائز کا علم کیسے ہوا؟

”اپنی موجودہ سرگرمیوں کا جائزہ لو تو تمہیں اس سوال کا جواب مل جائے گا۔ تمہاری جہان اب بھی خطرے کا ہر نہیں ہے۔ لائل ارنی کے آدمی تمہیں ختم کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کا آفر دیا تو تمہاری زندگی کو سلامتی کی گارنٹی مل سکتی ہے۔ تمہیں کسی بھی وقت میری ضرورت پڑ سکتی ہے۔“ میرا خیال ہے تم ہی وہ شخص ہو جس نے سروس اسٹیشن اور اسٹورز میں ڈاکے مارے تھے؟ وہ گہری نظروں سے ڈلن کا جائزہ لے رہا تھا۔

غور غشی کا بالکلین ریزہ ریزہ ہو گیا۔ جن جیموں کے درمیان لامتناہی فاصلے کھڑے تھے۔ وہ جہم آج ایک دوسرے میں مدغم تھے۔
مائدہ نے فاسخانہ انداز میں اسے خوش آمدید کہا۔
وحشت کا آغاز تھا۔ وحشت کا انجام تھا۔

آج رات پتھر کو جو تک لگ لگی تھی۔ بالکلین کا شیشہ چکنار ہو گیا تھا سائو کی گہری نے ایک برف کے پہاڑ کو پگھلا دیا تھا یہ عورت کی فتح ہی تو تھی۔

حصہ سیٹھ

باہر موسلا دھار بارش سو رہی تھی۔

مائدہ نہایت بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ سلاٹ آہوا سکرٹ ہونٹوں کے گوشہ میں دبایا ہوا تھا۔ تعلیمات کی پرچھائیاں آنکھوں میں لہرا رہی تھیں۔ اسے دلہن کا استلار تھا جسے حسب معمول نو بجے تک لوٹ آنا چاہئے تھا۔ مگر اس وقت رات کے یکبارہ بج گئے تھے اور وہ واپس نہیں آیا تھا۔

وہ ٹپٹے ٹپٹے ٹھک گئی تو میز پر رکھے ہوئے لیپ کا سو پچ آن کیا اور صوفے پر نیم ڈال ہو گئی۔ سرخ رنگت کی روشنی میں جدید فرنیچر سے آراستہ یہ کمرہ کسی فلم کا سیٹ لگ رہا تھا۔

اس واقعہ کو گزشتے چھ ماہ ہو چکے تھے جب انہوں نے ہرسٹ کو ٹل ارنی کی سازش سے بچایا تھا۔ اسی صلیبی ڈلن اب اس کے دست راست کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ وہ ہرسٹ کے کاروبار کی نگرانی کرتا تھا۔ جس کے نعل البدل میں وہ دونوں دولت سے کھیل رہے تھے۔

ہرسٹ کے کاروبار کی نوعیت نہایت منفرد تھی اس کا کاروبار قبضے کے چیم چیپ میں شیطان کی مانند بن کر پھیلا ہوا تھا۔ آٹومٹک مشینیں تھیں جن کے ذریعے آمدنی کا ایک بڑا حصہ حاصل ہوتا تھا۔ ان مشینوں کی بنیاد سراسر فراڈ پر رکھی گئی تھی جو بازار شراب نوشی، سگٹ خوراک اور دیگر منشیات کو یہی مشینیں کنٹرول کرتی تھیں۔ تنظیم کے ارکان ان مشینوں کو دکانوں، ہوٹلوں، پارکوں، سینما گھروں، فلیٹوں اور کلبوں میں سیٹ کر رہے تھے۔ رات گئے تک جمع ہونے والی رقم نکال کر ہرسٹ نے خزانے تک پہنچا دی جاتی۔ ان کی راہ میں مزاحمت کرنے والے کاروباری لوگوں کو طاقت کے زور پر دبا دیا جاتا اس طرح عرصہ دراز سے ہرسٹ کی چھ ہزار آٹومٹک مشینیں رقم اکٹری ہی تھیں۔ ڈلن کا کام آمدنی کی نگرانی کرنا تھا۔ اس آمدنی سے ہر ہفتے اسے دس فیصد کمیشن ملتا تھا۔ جو کہ پندرہ سو ڈالمر کے لگ بھگ تھا۔ مائمرہ کا کام عیش کرنا تھا۔ لوگوں کو اس کے متعلق صرف اتنا علم تھا کہ وہ ایک بہت بڑے بزنس مین کی بیوی ہے۔

نستے شلوک و شبہات اس کے ذہن میں سر اٹھائے تھے۔ ہو سکتے ہیں ڈلن کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو۔ یا پولیس کے چھچھے چرٹھ گیا ہو! کمال سیل کی آواز نسلے چو نکا دیا۔ دروازہ کھولا تو سامنے روکی کھڑا تھا تنہائی کے عالم میں اس کے آدھ اس کے لئے باعث مسرت ثابت ہوئی۔

”سناد بچے کی کیا حال چال ہیں؟“

”ٹھیک ہیں۔ اچھا ہوا تم آگئے میں اکیلی پور ہو رہی تھی آؤ اندر آ جاؤ نا“
کمرے کے اندر پہنچ کر کسی پرستاش نظروں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔
”کمرہ پسند آیا؟“ مائمرہ نے پوچھا۔

”بہت خوب۔ نہایت شاندار ہے۔“

”آج کل کیا کہہ رہے ہو؟“

”ایک ہی چیز کے گم و گھوم رہا ہوں۔“ روکی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔
”میں ڈلن سے کہہ کر تمہیں کسی اور کام پر لگوا دوں گی؟“

”وہ مان جلے گا تمہاری بات۔“ روکی نے استیقام سے پوچھا۔
”کیوں نہیں۔ میں اسے مجبور کر دوں گی؟“

”وہ کہاں گیا ہے؟“

”ابھی تک کام سے نہیں لوٹا۔ معلوم کہاں ہو گا۔“ مائمرہ نے کہا۔ کیا پوچھے؟
”رائی بہتر ہے گی۔“ روکی نے صوفے میں دھنستے ہوئے کہا۔ مائمرہ دو

جام بنالائی۔

”تم نے فین کے متعلق کچھ سنا؟“ روکی گھونٹ بھر کر پوچھا۔

”مجھے تشویش تھی کہ کہیں کسی سے چھکڑا کر بیٹھے ہو۔“

”میرا دماغ خواب ہے جو خواہ مخواہ کسی سے الجھوں گا۔“ وہ غصیلے لہجہ میں بولا

..... سارو باری مصروفیات دم نہیں لینے دتیں۔

۱۰ اچھا خیر، ماہر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا، "دیکھو سنی۔ کیا تم روکسی کو

کھی اپنے کاروبار میں کہیں پھنسا نہیں سکتے۔“

یقیناً۔ کل صبح مجھ سے ملنا کوئی بہ کوئی کام تھا کہ اس لئے نکال ہی لوں

سکا: آخری فقرہ اس نے روکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آج تم کافی لیٹ آئے ہو اس لئے کھانا نہیں کھا لیتے ہیں،“ ماہرہ بولی۔

”تم کھا لو۔“ وہ کمری پیہ نیم دوازہ ہو کر بولے۔ ”میں پہلے ہی کھا چکا ہوں۔“

مائدہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ اس ہے

جدا، باہر کھانا کھا کر آیا ہو۔ اس نے احتجاجاً کچھ کہنا چاہا، مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش

ہندوہی۔ اور کچن روم میں چلی آئی۔ سینڈ و چیز تیار کئے چائے بنائی اور ٹوہے میں

دیکھ کر یہ میں لوٹ آئی، دلن بیڈ روم میں تھا۔ غسل خانے سے پانی گرنے کی آواز

سنائی دے رہی تھی۔ ماہر نے سینڈو چمکھائے، اچلے حلق سے اتاری اور

سوچے کی دنیا میں مستغرق ہوئی۔

باتھ روم کا دروازہ بند ہوئے لی آواز اس کی سماعت سے تنگ آئی وہ کون پہلے

عَلَايَا قَمَلَا.

وہ جیسے اسی طہری کی مسطر بھی تھی۔ لہذا جھپٹ کر رسیہ راغیا اور ایل

.. اس کے متعلق اس نے کچھ نہیں بتایا۔ ایک رات حب میں گھرے میں لوٹا تو

مجھے اس کی آخری پریم پڑا ملا تھا۔ جس پر صرف یہ سحر میر تھا کہ وہ کسی اور کے پاس

جادو ہے۔ کیونکہ میں اسے خون نہیں رکھ سکتا۔

باہر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی پھر کسی کے قدموں کی چاپ نزدیک

نے لگی۔ آنے والا دین تھا۔

”ہیلو۔۔۔ وہ بولا۔ تمہیں یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی۔“

”میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“

”اٹنی دیر تک کہاں گھومتے ہے۔“ مادرہ نے شکایتی لہجہ میں کہا۔ ”تمہیں

معلوم نہیں کہ تمہارے انتظار میں میں اب تک بھوکے پیاسے ہوں۔

”کام میں الجھا رہا۔“ دلن نے رکھائی سے کہا۔

بستر پر چلی آؤیں سونے جا رہا ہوں، وہ بولا۔
 "آج رات تم بہت تھک چکے ہو گے، مائرو نے طنز لہجہ میں کہا،
 "بایق مت بناؤ،" ڈن غرایا۔
 "کیا ارادے ہیں؟" مائرو نے تلخ لہجہ میں کہا، "کیا تمہارے پہلو میں اکہ لٹو؟"
 "بلکواس مت کہہ دو رنہ پٹو کی ڈن برا فروختہ ہو گیا۔
 "پچ۔ پچ۔ تم واقعی بہت تھک چکے ہو۔" مائرو کا لہجہ تصحیک آمیز تھا
 "کیا کسی کے پیار میں ایسا ہوا ہے؟"
 "اوہ کیا کہتی ہو۔" وہ دانت بڑھ کر بولا۔ "کیا میں اکثر تھک نہیں جاتا
 ہوں۔"
 "لیکن کبھی اتنا نہیں تھکے،" وہ اس پر الٹ پڑی، "میں خوب سمجھتی ہوں۔
 تمہاری اس تھکاوٹ کی وجہ....."
 ڈن نے جھلا کر لیٹر اٹھا کر دور پھینک دیا اور اچھل کر اس کا کلا دبوچ
 لیا۔
 "ہوش میں رہا کہہ،" تھنڈی دیر بعد جیب وہ بولا تو لہجہ میں خلاف توقع
 نرمی تھی۔ "میرے ساتھ رہو گی تو میری ہر بات ماننا ہو گی۔ تم دنیا کی دوسری
 عورتوں سے نرمی نہیں ہو چو لوں تجھ سے دکھا رہی ہو۔"
 یہ کہہ کر اس نے لائٹ آف کر دی..... وہ تھنڈے فرش پر بیٹھی سسکیاں
 بھرتی رہی۔

نمبر ڈان کی کہنے لگی، چند لمحوں بعد ہر سٹ کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔
 "ہیلو مسٹر ہر سٹ۔ تمہیں معلوم ہے کہ ڈن کہاں ہے؟ ابھی تک گھر نہیں آیا۔"
 "مجھے کچھ معلوم نہیں،" ہر سٹ بیڑا لہجہ میں بولا، "میں نے سارا دن اس کی
 شکل نہیں دیکھی۔"
 "کیا رات بھی تمہارے ساتھ نہیں تھا؟"
 "کہہ جو دبا کر میں نے سارا دن اس کی شکل نہیں دیکھی،" وہ بولا اور پھر سلسلہ
 منقطع ہو گیا۔
 مائرو نے آتشگی سے ریسور رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تو
 یہ وجہ تھی اس کے اتنی دیر سے آنے کی۔ یقیناً وہ کسی دوسری عورت سے ملنے لگا
 ہے۔ لیکن وہ عورت کون ہو سکتی ہے؟
 غصے سے اس کی مٹھیاں میچ گئیں۔ اس کے اندر کی روائتی عورت بیدار
 ہو چکی تھی۔ جو اس بات کو قطعی گوارہ نہیں کرتی کہ اس کا محبوب یا منظور نظر اسے
 دھوکہ دے کہ کسی دوسری عورت سے پیار کی بینگیں بڑھانے لگے۔ اس کے تجربات
 نے بارہ کہہ رہے تھے کہ ڈن کا خود سے کسی حسینہ کی زلف میں اسیر ہو جانا نامکن
 ہے یقیناً کسی عورت نے ہی اسے اپنی زلف کی گرہ میں جکڑا ہوا کا۔
 خیالات کے تانے بانے میں الجھی ہوئی وہ بیڈ روم میں چلی آئی۔ کپڑے اتارنے
 پر اس نے اپنے سرالچے کا جائزہ لیا..... جسم بھر لپو تھا۔ پر شباب تھا۔ مگر آنکھوں
 سے کہہ دیا وہ غلط بن گئے تھے۔
 ڈن بیڈ روم میں داخل ہوا۔

ایک منٹ۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے بیلچے نما ہاتھوں سے روکی کی تلاشی لینا شروع کر دی۔

”ناک کی مدد میں آئے بڑھ جاؤ۔“ اپنا اطمینان کم لینے کے بعد بھیجا ڈالا دفتر میں ڈن میں کے عقب میں نیم پر شیدہ اخبار کے مطالعہ میں مصروف تھا۔

”آؤ۔ بیٹھو۔“ اس نے سرو موہر نظر پر اٹھا کر روکی سے کہا۔
 ”تم۔ واقعی پھنساؤ بن گئے ہو۔“ روکی نے کسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔
 ”ہم۔ تو کس قسم کا کام کرنا پسند کر گئے؟“ ڈن نے پوچھا۔
 ”میں اپنے پالنے دھند سے سبزار ہو چکا ہوں اسے چھوڑنے کے لئے میں جہنم میں جانے کے لئے بھی تیار ہوں؟“

”شاید تم ہی وہ شخص ہو جس کی مجھے تلاش ہے۔“ قد سے توقف کئے ڈن نے کہنا شروع کیا۔ ”مکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔ بہر حال تمہیں یہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس کاروبار میں پسند و سوڈا ایک ہفتہ میں کما لیتا ہوں۔ لیکن میرے لئے یہ رقم آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ ہر سٹ اس سے کئی گنا زیادہ کمارہا ہے اسے اپنا تحفظ حاصل ہے۔... لیکن یہ بات خواہ مخواہ اس کے لئے مشہور کر دی گئی ہے۔ کہ ان کا کاروبار لا محدود ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے کاروبار کی بھی ایک حد ہے۔“
 ”کون سی حد؟“

”وہ حد جو اس کی آٹو میٹک مشینوں سے شروع ہوتی ہے اور وہاں جا کر ختم ہو جاتی ہے جہاں لٹل ارنی کا کاروبار شروع ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں

ڈن، جیسی کے پول روم کو بطور سہیڈ کوآرڈر استعمال کرنا باعقل یہاں اس نے ایک بڑی سی گول میز اور بہترین کمرو میں اور چپڑے کی کرسیاں رکھوا دی تھیں۔ دفتر کے دروازوں پر سرخ رنگ کی وارنش کی گئی تھی جس پر بڑے حروف میں AUTOMATICS LTD لکھا گیا تھا۔ اندر دیوانی جگہ میں گول نیلے شیٹے پر MANAGER تحریر تھا۔

اگلے دن شام کے وقت جب روکی وہاں پہنچا تو پول روم آفس سے باہر کمریہ پاپ ڈن کے آدنی شراب نوشی میں مصروف تھے اس کے زود زود سے بولنے اور بے ہنگم انداز میں قہقہے لگانے کا شور روکی نے باہر سے سن لیا تھا۔
 جو پہلی وہ اندر داخل ہوا، تمام لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں۔
 ”کیا مشر ڈن اندر ہے؟“

”ادھر سر سامنے چلے جاؤ۔ ایک آدمی نے انکھٹھے سے دفتر کی طرف اشارہ کیا اچانک ایک بھیٹا آفس سے برآمد ہوا اور فرش رو نہ تا روکی کے قریب پہنچا ہے۔“ وہ بد تمیزی سے چلایا۔ ”کیا بھولے سے یہاں آ گئے ہو؟“
 ”میں ڈن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے مجھے ملاقات کا وقت دے رکھا ہے۔“

”تو کیا میں تجھے آمادہ سمجھوں؟“

”ہاں؟ کوئی سانس بھر کہ لولا۔ سوچتا ہوں۔ اگر آج عین ساعۃ ہوتی

تو مجھے اس مقام پر دیکھ کر کتنا خوش ہوتی، تمہیں معلوم ہے کہ وہ مجھے چھوڑ

کہ چلی گئی ہے؟“

”نہیں، دُعا کا لہجہ پاک تھا۔“

”کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے؟“

”کیوں کیا میں اس کے پیچھے دوڑتا ہوں؟“ دلن غصیلے لہجے میں بولا۔

”میں اتنا احمق بھی نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو۔ روکسی کے لہجہ میں یہی

و باد با غصہ ابھڑ آیا، مجھے معلوم ہے کہ فین کہاں ہے۔*

”کیا ہے؟“

تمہارے پاس، "رکھی جیسے چھٹ پڑا۔ اگر اس لیے وفا عورت کو عیش و

عشرت کی زندگی گزارنے کی تمنا تھی تو وہ واقعی اپنی منزل مقصود تک پہنچ چکی تھیں۔

دَلن کچھ دیر تک خستگیں نظروں سے روکھی کہ گھومتا رہا۔ اور کھیر چب رہا

لذلك اتفقوا على ان يتركوا اساتذتهم في

اگر تمہیں اس بات کا علم ہو ہی گیا ہے تو یہ بھی سن لو کہ اس بات کی بھڑک

ماہرہ کے کانوں میں نہ پڑے پائے۔“

”وہ بھی کھوپڑی میں دماغ رکھتی ہے۔ میں نہ بھی بتاؤں کل کلاں کواے

خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

”خیر سناؤ اسے، دُعا مان رہا کہ خشک لہجہ میں بولا، ”آج سے اپنے آپ

کو کاروبار میں شریک سمجھو۔ فی الحال تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ ایسے اسٹور، ہوٹل
دکانیں اور گلیوں وغیرہ کے پتے نوٹ کر کے مجھے دو گے جہاں مزید مشینیں نصب
کی جاسکیں۔

”اس کے صلہ میں مجھے کیا ملے گا؟“

”آمدنی کا دس فیصد۔“

”منظور ہے؟“

اس کے جانے کے بعد ڈلن نے فین کو اسٹ کو فون کیا۔

”سنو بے بی! رو کسی کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم میرے ساتھ رہ رہی ہو۔“

”مجھے اس کی پروا نہیں؟ دوسری طرف سے فین کی آواز سنائی دی۔۔۔“

”۔۔۔“ لیکن سنی دہ دن کب آئے گا۔ کہ ہم دونوں بے دھڑک ایک دوسرے
کے ساتھ چین کی زندگی گزاریں گے!“

”اتفاق کر دو اب وہ وقت زیادہ دور نہیں۔ فی الحال تو میں مائمرہ سے

بیٹنے کی سوچ رہا ہوں۔“

”اوہ ڈیئر آخر تم اس کتیا کو نکال کیوں نہیں دیتے؟ لہجہ حقارت سے

بھری ہوئی تھی

”میں نے کہا نا کہ اب حالات سدھرنے میں زیادہ دیر نہیں بچے گی جلد

یہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“

”آج آپ ہے ہو؟“

”سوچ کر کہتا ہوں گا۔“

”اوہ پیلے۔“ جذبات سے بھرپور آواز ابھری۔ میں بہت تھک چکی ہوں
مجھ میں اتنی رست نہیں رہی کہ روز روز بستر بدلتی چھڑوں۔ دلیہ بھی لبا جبکہ مجھے
تم سے محبت ہوگئی ہے کسی اور جگہ جانے کے تصور سے ہی دل دھلتا ہے۔ یقین کر
ڈیئر میں تمہاری جدائی۔۔۔“

ڈلن نے مزید سستے بغیر لیسیور رکھ دیا۔

دختا آفس کا دروازہ کھلا اور ہرسٹ اندر داخل ہوا۔

”میں ادھر سے گزر رہا تھا سوچا کہ تم سے بھی ملتا چلوں۔ سناؤ کیا کر رہے
ہو؟“ کسی قسم کی ٹیڈ پڑ تو نہیں؟“

”سب ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے مگر ہرسٹ۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ ہر چیز
اپنے معمول کے مطابق کام کر رہی ہے۔“

”یہ تمہاری گمل فرینڈ پر کیا بیٹا آن پڑی۔ بے چاری آج کل تمہارے

لئے بے حد پریشان رہتی ہے۔“ ہرسٹ نے اچانک کہا۔

”مائمرہ۔!“ ڈلن چونک پڑا۔ ”کیوں۔ کیا ہوا ہے؟“

”گذشتہ رات فون پر اس نے مجھے ڈسٹرب کیا تھا۔ تمہارے متعلق پوچھ
رہی تھی کہ تم کہاں ہو؟“

”اوہ ہاں۔ وہ اکثر میرے دیر سے ٹپنے پر فکرمند ہو جاتی ہے۔ غیر میں
اب اسے اچھی طرح سمجھا دوں گا۔“ ڈلن کے لہجے میں مردہری شامل تھی۔

اس کے جانے کے بعد ڈلن نے ناخن چبانے کے دوران سوچا کہ اب اسے بیک
وقت ہرسٹ اور مائمرہ سے ہوشیار رہنا ہو گا۔ کون جانے کس وقت ان میں

سے کوئی اس کی راہ کا پتہ بننے کی کوشش کرے۔

کو سن سیٹ ایونیو کی طرف چلنے کا کہہ کر پھیلنا نشت پر بیٹھ گئی۔
سن سیٹ ایونیو کے کتلے پر پہنچ کر اس نے ٹکیوں کو رخصت کر دیا اور
خود پیدل آگے بڑھنے لگی، اس کی سیما ب گوں نظریں ایک سواٹھارہ نمبر کے فلیٹ
کو پا لینے کے لئے ادھر ادھر جھٹک رہی تھیں۔

بالآخر اس نے ایک سواٹھارہ نمبر کے فلیٹ کو پالیا۔ فلیٹ بے حد خوبصورت
اور پرشکوہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اس جگہ پر کافی رقم لگانی پڑے گی۔ یقیناً جتنا
باہر سے خوبصورت لگتا ہے اندر سے کہیں زیادہ عالی شان ہوگا۔۔۔۔۔ لیکن....
ہو سکتا ہے یہ جگہ دلن کے کامداری ساتھیوں کے لئے مخصوص کی گئی ہو۔۔۔
کافی دیر تک وہ فلیٹ کے سامنے کھڑی کشمکش میں مبتلا رہی پھر دھڑکتے دل
کے ساتھ دروازے پر لگا کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ محوڑوں دیر بعد دروازہ
کھولا سا کھلا۔۔۔۔۔ سامنے نظر آنے والا چہرہ اس کے لئے اجنبی نہ تھا۔۔۔۔۔ یہ
فین تھی۔

اس کا چہرہ دیکھ کر مائہ کے رگ و پے میں بجلیاں لہرانے لگیں۔ اس کے
اندر کی روائی عورت غیض و غضب کا پیکیہ بن کر اچھرنے لگی۔۔۔۔۔ ہوں۔۔۔
اس نے بل کھلتے ہی سوچا۔۔۔۔۔ تو اب معلوم ہوا۔ کہ دلن اس سے زیادہ رقم اس
کیتا پر خرچ کر رہا ہے۔ اور یہ کیتا یہاں شہزادیوں کی سی زندگی گزار رہی ہے۔
”ہیلو!“ محوڑی دیر لیک دوسرے کو گھورتے رہنے کے بعد مائہ نے
کہا۔ ”شاید تم مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہو رہی ہو۔“
”مطلب کی بات کرو۔“ فین حقارت سے بولی۔ ”یہاں کیا لینے آئی ہو؟“

دلن کی فلیٹ سے روانہ ہونے کے بعد مائہ نے اس کے کمرے کی تلاشی لینا شروع
کر دی۔ میز کی دراز میں کھنگالیں۔ کونے کھدے اور خفیہ جگہیں دیکھ ڈالیں۔ ایک
ایک کمرے کے کپڑوں کی تمام جبین تک چھان ماریں کہ شاید اس کے دست گئے ہوئے
سہمیہ کھل جائے۔ اسے معلوم تھا کہ دلن تپوں کے معاملے میں بالکل عیلمگر واقع ہوا
تھا اس لئے وہ کبھی کبھار یاد دہانی کی خاطر دیواروں پر بھی بچھ ڈالتا تھا۔
بالآخر پوری وارڈرو ب کے کپڑے کھنگالتے ہوئے دلن کی لبرٹ کے
کالر سے کاغذ کا ایک پرزہ برآمد ہو ہی گیا۔ یہ کسی نہی جگہ کا پتہ تھا۔ جس کی وجہ
سے مائہ اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ پتہ تھا۔ ایک سواٹھارہ۔۔۔۔۔ سن
سیٹ ایونیو۔۔۔۔۔

پھر وہ اپنی الماری کے پاس آئی، پھلی دراز سے اپنا رولڈ نکالا۔ ہینڈ
بیگ میں ڈالا۔ کوٹ پہنا، دستلے چڑھائے، ہیٹ سر پر رکھا اور بیگ بٹھائی
باہر نکل آئی۔ سڑک پر پہنچ کر اس نے اشارے سے ایک ٹیکسی رکوئی اور ڈرائیور

نے کس طرح اسے بھایا؟

”تم اپنے آپ کو ایک بڑی مصیبت میں پھنسا رہی ہو مارہ۔۔۔۔۔ بہتر ہے اب بھی یہاں سے چلی جاؤ میں دُشمن کو نہیں بتاؤں گی۔“ فین نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تم اس سلاخ سے میرا کچھ نہیں بیکار کر سکتیں کیتا، فین بچھ کر بولی۔ ماٹوہ نے ریوالور کا دشمہ اس کے منہ پر مارا۔ فین کے حلق سے ٹھٹھی ٹھٹھی چیخ نکلی اس نے پلٹ کر ماٹوہ پر حملہ آور ہونا چاہا۔ گمہ ماٹوہ نے دوسرے ہاتھ سے ایک زبردست طاقت اس کے رخسار پر جڑ دیا۔ جس پر وہ کسی کیتا کی طرح بلبلا نے لگی۔

”خدا کی قسم — تم بھگتو گے۔“

”سنو حرافہ؟“ وہ ریڈیو اور پلمر کے بولی ”میں تمہیں دارنگ دیقی ہوں کہ کل تک اپنا منہیں وجود لے کر یہاں سے کہیں دور چلی جاؤ ورنہ۔۔۔“

”تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتیں؟“ وہ پھینٹے ہوئے کھڑی ہو گئی اس کی آنکھوں سے وحشت پکڑی تھی؛ ڈن میرا ہے۔ سنا تم نے کیا۔ وہ صرف اور صرف میرا ہے۔“

مانہہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹی اور فین کی طرف رلیا اور
تانتے ہوئے غرائی۔

..تم یہاں سے ہمیشہ کے لئے چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ اب کبھی تمہارا منہس وجود میرے راستے کی بگاڑ نہیں دینے کا، یہ کہتے ہوئے اس کی انگلی کا دباؤ ڈرائیگو پر پڑھتا جا رہا تھا۔

۱۔ دلہن نے مجھے بتایا تھا کہ تم یہاں شہزادی بنی بیٹھی ہو۔ ماہرہ کا لہجہ زہر
فیز تھا۔ ”میں نے سوچا کہ تہا ہے در شہزادی چلیں“۔

”تم بکواس کہتی ہو دلن ہرگز تمہیں یہاں نہ بھیجتا۔“ فین نے الجھ کر کہا
 ”یقین کہہ واسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ پیچھے ہٹاؤ اور مجھے اندر آنے دو“
 ”ہرگز نہیں تم اپنی شکل لے کر فوراً یہاں سے دفعتاً ہو جاؤ۔“ فین غصیلے
 الجھ میں بولی۔

۱۰۔ اودھ فین ڈیڑیہ بھی کوئی اڈانہ ہے بات کہنے کا۔ ادھر دہلی کی جان پر بنی ہوئی ہے اس نے مجھے تمہارے نام ایک قد بکھ کر دیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے مائٹھ نے بیگ کھولا فین غیر ارادی طور پر بیگ کی طرف جھک آئی، مگر پھر اسے ایک دم سیدھا ہونا پڑا۔ کیونکہ مائٹھ نے بیگ سے رلیو اور نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔

”چلو اندر حراہ کی کچی، وہ غرائی اور اسے دھکیلتی ہوئی اندر پہنچ گئی
 فین کے چہرہ کا رنگ اڑ چکا تھا۔ وہ لکھ لکھاتی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ چل
 رہی تھی۔ بال کمرے سے ہوتے ہوئے وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچیں۔ جہاں
 بے حد قیمتی طرز کا فرنیچر رکھا ہوا تھا، ماہرہ نے اسے ایک موقع پر لا پٹھا۔
 ”ہوں۔ تو یہ ہے عاشقوں کی خفیہ آماجگاہ۔“ وہ غرا کہہ بولی۔

.. یقین کرو تم پچھتاؤ گی..... ولن کو پتہ لگ گیا تو وہ تمہاری
کھال گر ادے گا۔" فین صوبک نکلتے ہوئے منمنائی۔

”دیکھ لوں گی اسے بھی“ وہ رلیا اور لہرا کر بولی۔ ”مجھے یہ بتاؤ تم نے

دفعاً فین کا جسم کسی ناگن کی مانند لہرا ہوا اور پھر وہ جھپٹ کر ماہرہ پر لٹ پڑی۔ دلیا اور ماہرہ کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ اس نے جھلا کر ایک ٹانگ چلائی جس کے نتیجے میں فین تیار کر منہ کے بل فرش پر گر پڑی، لیکن اس سے قبل کہ وہ اس پر دوبارہ حملہ کرتی فین اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب دونوں خوشخوار بلیوں کی طرح نسنے سامنے کھڑی ایک دوسرے کو گھوم رہی تھیں۔ پھر وہ ایک دوسرے میں الجھ گئیں۔ ماہرہ کے بال فین کی سیٹھی میں دبے تھے۔ تلملا کر ماہرہ نے اس کے چہرہ پر اپنے لمبے ناخن اڑائے لمبا سا ایک سرخ نشان فین کی پیشانی سے ہونٹوں تک ابھر آیا۔ شدید تکلیف نے اسے دلیا نہ بنا دیا۔ اس نے ایک گھومنے ماہرہ کی چھاتی پر سے مارا۔ چند لمحوں کے لئے ماہرہ کا سر گھومتا رہا۔ وہ ابھی سیٹھل ہی رہی تھی کہ فین نے اس پر پھلانگ لگا دی، لیکن ماہرہ نے وار خالی دیا اور فین اپنی جھونک میں فرش پر آدھی ایک جھٹ لگا کر ماہرہ اس کے سینے پر سوار ہو گئی اور اپنا گھٹنا اس کی کتلی پر رکھ کر دبانے لگی۔ درد کے مارے فین کی چیخیں نکلی گئیں۔

”مجھے چھوڑ دو۔ ہذا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔“ وہ چلاتی رہی۔ مگر ماہرہ نے اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس کا سر ایک طرف نہ ڈھلک گیا شاید وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ ماہرہ ہاپتی ہوئی اس کے سینے سے اترتی اور ہاتھ دوم میں پھنپی۔ اس کا لباس کئی جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ بال پری طرح بکھر گئے تھے اور چند جگہوں پر خون کے دھبے ابھر آئے تھے۔ ہاتھ دوم میں اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ بال بنائے اور باہر آکر سوچنے بیٹھ گئی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ دلن کو اگر اس واقعہ کی خبر ہو گئی تو وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا یہ سوال بار بار

اس کے مضطرب ذہن میں اٹھ رہا تھا۔

دفعاً اس کی نظریں بجلی کے تاروں پر پڑیں۔ ایک خیال بجلی بن کر اس کے ذہن میں کھنکھاتا۔

تاروں کے ساتھ شو بھی تھا۔ اس نے تاروں کے اگلے سرے نیچے گئے شو کو ساکٹ میں لگایا اور ننھی تاریں لئے فین کے غیر متحرک جسم کی طرف بڑھی جوں جوں وہ اس کے قریب جا رہی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں انتقام حسد اور نفرت کی آگ بڑھتی جا رہی تھی۔

اس نے دو تاروں کے سرے فین کے تھنوں میں گھیس دیئے اور سوچ ان کر دیا۔

اگلے دو دن یونہی گزر گئے۔ دلن چپ سا رہا۔ اس نے گزشتہ واقعہ پر کسی قسم کا رد عمل ظاہر نہ کیا تھا۔ ماہرہ اس کے موجودہ رویے پر مضطرب تھی دلن کا جذبات سے ماری چہرہ دیکھ کر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لرزدہ جاتی آہ وہ چپ کیوں ہے؟ یہ تو نا ممکن تھا کہ وہ اس واقعہ سے بے خبر رہے

ہو۔ یہ سوچتے سوچتے اس کا سر گھومنے لگتا۔ ڈن کا سرد ہر وہ اس کے لئے
مستقل ٹولین کا باعث بن کر رہ گیا تھا۔

ڈن جب معمول دفتر جا رہا تھا، اور دوسری طرف ماہر نے بھاگ دوڑ
کے بعد معلوم کر لیا کہ فین کی لاش فلیٹ سے غائب کر دی گئی ہے۔

ادھر ڈن دفتر میں بیٹھا فین کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔ دراصل وقوع
کے روز وہ فین کے فلیٹ پر رات گئے پہنچا تو وہاں فین کی لاش اس کی منتظر تھی
وہ بھی اس طرح کو ناک کے دونوں سوراخوں میں سیاہ دجے پڑ گئے تھے۔ ظاہر
یہ نشانات الیکٹرک شاک کی وجہ سے رونما ہوئے تھے پھر اس کا ذہن ماہرہ کی
جانب مبذول ہو گیا۔ اس کے خیال میں یہ کارستانی ماہرہ کے علاوہ کوئی نہیں کر
سکتا تھا۔ گذشتہ تمام واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔ جس میں ماہرہ
کی خطرناک شخصیت کی تصویریں واضح طور پر کھینچی ہوئی تھیں۔ فی الوقت اس
نے چپ سادے کا فیصلہ کر لیا۔ فین کی لاش کو کھٹکے لگانے میں بھی اسی کا
ہاتھ تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ماہرہ کچھ ضرورت سے زیادہ خطرناک ہوتی جا رہی ہے
کھیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن وہ اسی کی لاش پر کھڑی قہقہے لگا رہی ہو۔ آج تک مذہبی
بن کسی نے اسے فکر مند نہ کیا تھا۔ مگر ماہرہ نے شیطان کی خالہ محوس ہو رہی تھی
جیتے کی طرح چست و چالاک۔ کوہڑی کی طرح سار۔ اور گڑگڑ کی طرح
پلک پھپکنے میں رنگ بدلنے والی۔ قتالہ عالم، جو اپنے حریف کو محض
زلفوں کی گھاؤں میں الجھا کر مار ڈالے۔

اچانک یوں لگا۔ جیسے کائنات کا نظام ختم ہو گیا ہو۔ آفس سے باہر
اس کے کارکن بولتے بولتے چلتے اچانک خاموش ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔
جیسے سب کو ساپ سوچ گئے ہیں۔۔۔۔۔ ڈن کا ماتھا ٹھٹھکا۔۔۔۔۔ ہونہ ہو۔
ضرور کوئی افتاد ٹوٹنے والی ہے۔۔۔۔۔ ابھی اٹھنے کو ہی تھا کہ دفتر کا دروازہ
ایکے حماکے سے کھلا اور سٹران انڈر داخل ہوا۔ اس کی پشت پر اس کا ایک ماتحت
تھا۔ جس کے ہاتھ میں لیدر نظر آرہا تھا۔

”آخا۔۔۔۔۔ سلام۔۔۔۔۔ ارے ادھر دیکھو، سٹران استہزائیہ مسکراتے
چلا یا۔“ اپنے صاحب بہادر تشریف فرما میں:

”کیا تم سالوں کی طرح بات نہیں کر سکتے؟“ ڈن غرابا۔

”آہ۔۔۔۔۔ تم وہی آؤ گے چہ خے نہیں جسے میں نے اس قہقہے سے منہ کالا
کر جانے کو کہا تھا،“ سٹران کا اچھے بدستور طنز یہ تھا۔

”یہاں بدتمیزی نہیں چلے گی،“ ڈن عیسے سے تلملاتے ہوئے کھڑا ہو گیا
۔۔۔۔۔ ”اب میری پوزیشن اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ تمہارے ناپاک پنجے میرے
گمہ بیان تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگرہ خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ یہاں سے لوٹ
جاؤ ورنہ۔“

سوچنے خاں۔ تم مجھے مرعوب نہیں کر سکتے۔ پہلے کی طرح میں اب بھی تمہیں
یہی حکم دوں گا کہ یہاں سے بہتر پوزیشن یا گول کر جاؤ۔“

فی الحال میرا الیا کوئی پروگرام نہیں ہے۔“ ڈن نے لا پیردائی سے
کہا۔

”اچھی بات ہے۔“ وہ خشتیں نظروں سے اے گھورتا ہوا بولا۔ ”اب پکھتا نامت۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تم جیسے کتے کے بلیوں کی موت میرے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔“

”پڑاہ نہیں۔ فی الحال تو تم یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ۔“
سٹران کھا جانے والی نظروں سے اے گھورتا ہوا تھا۔

”او کے۔“ وہ تھلا کر بولا۔ ”تمہارے بہت گھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ یہ مست سمجھ لینا کہ میں تم سے بے خبر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اس قبضے میں خباثت پھیلانے آئے ہو۔ لیکن یاد رکھنا میرے ہوتے ہوئے تمہارے ٹیٹلای منصوبے پڑان نہیں چڑھ سکتے۔ میں متواتر تمہاری نگرانی کر دوں گا۔ اور پھر ایک دن رنگے ہاتھوں تمہارا گلا دلوں گا۔“ پھر تیزی سے گھوم کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

”شک ہے بلا کل گئی۔“ ان کے جانے کے بعد اس کا ماتحت سام ویسی اندر آیا۔
”تم لوگ ان حرامزادوں پر نظر رکھا کرو۔“ ڈلن غصیلے لہجے میں بولا۔
اسی لمحے ڈلن کا بزر چلا گیا۔ ویسی باہر چلا گیا۔
”بس۔“

”تم کیا کرتے پھر سے ہو ڈلن؟“ دوسری طرف ہرسٹ بول رہا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کاروبار پھیلانے کے متعلق حد سے زیادہ سوچنے لگے ہو۔ اور اسی سلسلے میں تم نے ایک شخص کو ملازم بھی رکھ لیا ہے۔“
”اوہ۔ تمہیں کیسے خبر ہوئی؟“ ڈلن حیرت سے بولا۔

”کنفوذی نے بتایا ہے۔ کان کھول کر سن لو تم یہاں بیچہ کہ کان بھی کھجاؤ۔ تو مجھے خبر ہو جاتی ہے۔ میں نے تمہیں سن مانی کہ تمہارے لئے پارٹنر نہیں بنایا ہے۔ اگر کل تک اپنے آدمی کو نوکر کیلئے نہ نکالا تو میں اختیارات کنفوذی کو سونپ دوں گا۔“

اسی لمحے روکسی آفس میں داخل ہوا۔

”لیکن یہ غلط ہے۔“ ڈلن نے کہا۔ ”تمہیں میرے خلاف بھڑکا یا گیا ہے؟ کچھ بھی کہو مجھے معلوم ہے کہ تم ٹل آرٹی پر ہاتھ ڈالنے کے لئے بے تاب ہو۔۔۔۔ میں تمہیں آخری مرتبہ متنبہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نہ سوچوں تم بھی مت سوچو۔ پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔“

”یہ کون تھا؟“ روکسی نے دریافت کیا۔

”ہرسٹ۔“ ڈلن نے بھڑکیں اچکائیں۔ ”وہ سمجھتا ہے میں اس کا ذرا خرید

غلام ہوں۔“

روکسی نے ساغزوں کا پلندہ اس کے سلسلے رکھ دیا۔ جس پر ان مقامات کے نام تحریر تھے جہاں مشینیں نصب کی جاسکتی تھیں۔

”اور اب میری بات غور سے سنو اپنی آواز دھیمی رکھنا۔“ ڈلن میز پر جھکے ہوئے بولا۔ ”سب سے پہلے میں ٹل آرٹی کو ٹھکانے لگانا ہے۔“

”آج کل اس پر ہاتھ ڈالنا قدرے آسان ہو گیا ہے۔ میں تم اپنے آدمیوں کو

تیار کرو۔“ روکسی کا لہجہ معنی خیز تھا۔

”پہیلیاں مت بھیجواؤ۔ وضاحت سے بات کرو۔“ ڈلن نے دل چسپی سے

ہوئے کہا۔

لشلی ارنی اور اس کے ساتھی آنے رات ہاٹ ریڈم کلب میں جج ہو رہے ہیں۔
اکثر وہ اپنی راتیں یہیں گزارتے ہیں میرا خیال ہے کہ ہم وہاں جا کر لشلی ارنی سے
مطالعے کی بات کر پی۔

ایک منٹ ٹھہرو۔ "ڈلن بولا اور باہر جا کر سام ویسی اور میگورن کو بلا
لایا۔ میگورن بھی اس کا راز دار مانت تھا۔

ابھی ان کے درمیان لشلی ارنی کے خلاف منصوبہ بندی ہو رہی تھی کہ ہر
مقد داخل ہوا۔ ڈلن غیر متوقع طور پر اسے یہاں دیکھ کر چونک پڑا۔

"ان لوگوں کو باہر بھیج دو میں تم سے ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں۔"
ڈلن نے دونوں ماتحتوں کو باہر بھیج دیا۔ مگر کسی وہیں بیٹھا رہا۔
"اے بھی باہر بھیجو۔" ہرٹ غصے سے بولا۔

"یہیں بیٹھے گا۔"

"کیوں مت کہہ دیں کہتا ہوں اسے باہر بھیجو۔"

میں کہہ چکا ہوں کہ یہ نہیں جائے گا۔" ڈلن غرا کر بولا۔

ہرٹ اسے کیت تو نظر دے گا ہوا اگرچہ کہ بولا۔ میں تمہیں تنظیم
سے علیحدہ کرنا ہوں اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ۔

تم اب ایسا نہیں کر سکتے مگر ہرٹ۔ "ڈلن کا لہجہ لا پر وایا نہ تھا۔

کہا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔؟ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ الوداعے چٹھے
نکل جاؤ یہاں سے ورنہ۔"

آخر لشلی ارنی کو بھی کاروبار میں ملانے میں حرج ہی کیلئے تم اس سے

اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ "ہرٹ حلق کے بل چیخا۔ "میں تمہاری...
... کوئی بیکاس نہیں سنوں گا۔ تمہارا ذہن احمقانہ منصوبوں سے بھرا ہوا ہے تم
میری تنظیم پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ مگر یاد رکھو میں تمہارے
خواب پر سے نہیں ہونے دوں گا۔ اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ دھکے دے
کہ نکلوا دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ کہیں سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم سمجھتے ہو میں اتنی دست ہوں۔" ڈلن بھی اٹھتے ہوئے غرایا۔
"۔۔۔۔۔" کچھ بھی پر ٹیکشن حاصل ہے۔ تنظیم کے بیشتر افراد میری پشت
پر کام کر رہے ہیں۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔" ہرٹ تیر خندہ اذان میں سکرایا۔ میں اگر
اشارہ کروں تو یہ لوگ تمہارے تکاؤ کی کہہ دیں گے یہ کہتے ہوئے وہ باہر کی جانب
لیکا۔

"ایک منٹ مگر ہرٹ۔" ڈلن کا لہجہ بدل گیا۔ ہرٹ اس طرف گھوا
تو وہ رلیو اور نکال چکا تھا۔

اس کا مطلب؟ "ہرٹ گھبرا کر بولا۔

تم میرے راستے کا پیچھے نہیں بن سکتے مگر ہرٹ اس لئے تمہیں گولی

مار رہا ہوں۔ اس فقرے کے اختتام۔ پلاس نے ٹرائیگم دبا دیا۔ دھماکہ ہوا اور
گولی ہرٹ کی پیشانی میں گھس گئی۔ وہ ایک کہہ بناک چیخ مارتے ہوئے دھڑم
سے فرش پر مارا۔

مائدہ ڈرلینگ یٹیل کے سامنے بیٹھی ناخنوں پر نیل پالش لگانے میں مشغول تھی۔ اس کے جسم پر ڈھیلا ڈھالا لباس نظر آ رہا تھا۔ گرم پانی سے غسل کرنے کی وجہ سے گداز بدن کی رنگت نکھر آئی تھی۔ سرخ، مرطوب ہونٹوں میں سگریٹ دیا ہوا تھا۔ اور دھوپ کے مرغولے چہرے کے گرد رقص کر رہے تھے۔

اسی اٹنائیں ڈلن کمرے میں داخل ہوا۔ مائدہ نے پہلے اس کی طرف دیکھا پھر کلاک کی طرف، جو کہ سات بج رہا تھا۔

”کیا بات ہے۔ آج کچھ جلدی آگئے ہو؟“ اس نے دریافت کیا۔
ڈلن جلب ڈپے بغیر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر تفکرات کے سائے لہراتے دیکھ کر مائدہ کا ماتھا ٹھنکا۔

”خیریت تو ہے؟“ اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

”خیریت ہی تو نہیں ہے۔“ ڈلن کمرے کی جانب گھومتا ہوا بولا۔

”ادہ۔ مگر ہوا کیا؟“

”ہر سٹ کو گولی مار دی گئی ہے۔“

”اوہ۔“ مائدہ کے ہونٹ سکڑ گئے۔ ”مگر کس نے۔“ لٹل ارنی نے؟“

”نہیں۔۔۔۔۔“ ڈلن اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ ”میں نے“
مائدہ خوفزدہ ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”تت۔۔۔۔۔ تم نے اے ختم کر دیا۔“

”ہاں۔“ وہ غرایا۔ ”میں نے اے ختم کر دیا۔ مگر تم اپنی زبان بند رکھو گی کمی قہم کی گم پر کہنے کی کوشش کی تو تمہارا بھی پتہ صاف کر دوں گا۔“

مائدہ کو لپوں لگا۔ جیسے تباہی و بربادی کے دلہل میں وحش چچی ہے اور اب فرار ناممکن ہے۔

”تم۔۔۔۔۔ مجھے جانے دو میں اب تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔“

ڈلن نے ایک دھکے سے اے کمری پر گرا دیا۔

”بکواس مت کر و تم اب یہاں سے نہیں جاسکتی۔“ وہ غرایا۔

”تت۔۔۔۔۔ تم اب کیا کر دے گے؟“

”میں لٹل ارنی کی تنظیم پر قبضہ کرنے جا رہا ہوں۔ وہ وقت اب دور

نہیں جب میں بلا شرکت غیرے اس قبضے کا پیچھے خان کھلاؤں گا۔“

مائدہ کچھ نہ بولی، بس یک ٹک نظروں سے خلا میں گھورتی رہی۔

”آج رات میں لٹل ارنی سے ملنے جا رہا ہوں؛ ڈلن نے خاموشی کا طعسم

توڑا۔

”پہلے ہر سٹ ادا ہے۔“ لٹل ارنی۔۔۔۔۔ وہ بھی آج رات

موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔۔۔۔۔ تب شطرنج کی بساط صرف میرے

ہاتھ میں ہوگی۔۔۔۔۔ یہ قہصہ۔۔۔۔۔ یہ دولت۔۔۔۔۔ یہ اقتدار۔۔۔۔۔ یہ

تنظیم۔۔۔۔۔ یہ قانون کے محافظ۔۔۔۔۔ سب کچھ میل ہو گا۔ زندگی کی تمام سرشتیں
میرے سامنے جھک جائیں گی۔۔۔۔۔ پھر وہ پانگوں کی طرح ہتھپتے نکلنے لگا۔
وفاؤن کی گھنٹی بج اٹھی۔۔۔۔۔ دلن نے رسیو راٹھا یا دوسری طرف روکسی بول
راٹھا۔

”کیا بات ہے؟“

”ولسی غدار کی کر چکے۔ اس نے لٹل ارنی کو تمہارے متعلق اور تمہارے عزائم کے متعلق بتا دیا ہے اور اب لٹل ارنی کے غنڈے تمہیں قتل کرنے تمہارے فیلڈ کی طرف آ رہے ہیں۔“ روکسی نے بوکھلائے لیچ میں بتایا۔
ڈلن کا چہرہ غصے سے سیاہ ہو گیا۔ ”کیا پتہ تھا اس فیلڈ کا پتہ ولسی کو لگے معلوم ہوا؟“

یہ وقت بحث کرنے کا نہیں ہے۔ جان بچا نا چاہتے ہو تو فوراً واپس سے نکل جاؤ۔ وہ لوگ دو کاروں میں لے کر پھنسے تمہاری جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ اچھی بات ہے روکی نہیں یہاں سے نکل رہا ہوں تم جتنی جلد ممکن ہو۔ کار لے کر یہاں پہنچو۔ میرے پاس یہاں کار نہیں ہے۔ میں تمہیں کار نہ پرہیلوں گا۔

بہت بہتر۔ میں آ رہا ہوں۔“

دلن نے جلدی جلدی مائہ کو حالت سے آگاہ کیا۔ اور تھا میں نے اپنے کمرے کی جانب دوڑا۔ جوڑی وہ یا ہر نکلا۔ مائہ اس کی الماری کی طرف اپنی اور ایک کونٹ کی جیسے فوٹوں کی گڑیاں نکال کر اپنے بیگ میں منتقل کرنے لگی۔

اسی لمحے فلیٹ سے باہر کاروں کی بڑھتی چلی گئیں۔ مارو نے کھڑکی سے
بھانک کر دیکھا گھوڑناری کی میں چار سیدھے فلیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اچانک
ایک سفلاندھ میں کوئدادہ جلدی سے کھڑکی کے نیچے جھک گئی ایک گولی اس
کے کالوں میں شور مچاتی ہوئی گھر سے کی دیوار کے پلستر میں گھس گئی ان میں سے کسی نے
ماٹھہ کو دیکھ لیا تھا۔

”ڈلن جلدی کر۔ وہ لوگ پہنچ چکے ہیں“ ماہمہ چیخ کر بولی۔
ڈلن کمرے میں لوٹا۔

وہ لوگ دروازے توڑ کر اندر آجائیں گے۔" ڈن بولا، "اس لئے بہتر ہے کہ الماری کو دروازے کے ساتھ کھڑا کر دیتے ہیں۔ چلو آؤ میری مدد کرو۔ انہوں نے بمشکل تمام بھاری بھر کم الماری کو کھینچ کر دروازے کے ساتھ لگا کر کھڑا کیا۔ اسی لمحہ بھاری قدیوں کی چاب بیرونی کمروں میں گونجنے لگی۔ ادھر پھر اندرونی دروازے دھڑا دھڑا بجنے لگا۔

اچانک ماہرہ کو پولیس کا خیال آیا وہ جلدی سے فون کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔ نمبر ڈائل کیا دوسری طرف ڈیک سارجنٹ موجود تھا۔ ماہرہ نے اسے تمام حالات بتائے۔ جینی سن کمرہ سارجنٹ نے کہا۔

۰۰ میرا خیال ہے کہ بی تم جرم و سزا کے ناولوں کی شوقین ہو جو ہیں بے وقوف بنا ناچا ہستی جو دنہ اس قصبے میں ایسی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ تمہیں شاید آرام کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے بہتر ہے تیند کی دو گولیاں کھا کر سو جاؤ۔ اوکے۔۔۔ اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے ماہرہ نے سارجنٹ کو کسی سے

یہ کہتے سن لیا تھا کہ۔ اس کا مطلب ہے ارفی کے آدمی ان لوگوں کے فلیٹ پر پہنچ گئے ہیں۔

رسمیہ کمریڈل پر پتہ کمرہ بے چارگی کے ڈلن سے کہنے لگی۔
 "اب یہاں پولیس بھی نہیں آئے گی۔"

دروازے پر طوفان برپا تھا۔ بے تحاشا دروازہ پٹیا جا رہا تھا۔
 "اُدھیلی طرف سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں؛ ڈلن اسے کھٹکتے ہوئے
 بولا۔ ڈلن اپنا پستول سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ دونوں کچن روم صوبہ کرتے ہوئے
 بیک ڈور تک پہنچے۔

ڈلن نے اسے لپٹنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے سے ہینڈل تک پہنچا۔
 آہستہ آہستہ دروازے کا پٹ اندر کی جانب سرکنے لگا۔ پھر وہ دونوں رینگتے ہوئے
 باہر نکلے۔ باہر گھپ اندھیرا تھا۔ دہر دور تک سناتے کاراج تھا۔

اچانک ایک زبردست دھماکہ کی آواز سنائی دی۔ حملہ آوروں نے دروازہ
 توڑ دیا تھا۔ اتنا زبردست دھماکہ الماری کے گرنے کی وجہ سے ہوا تھا۔ پھر
 بوٹوں کا ایک شور برپا ہو گیا، یہ شور لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہا تھا وہ جلدی جلدی
 آگے سرکنے لگے۔

اندھیرے میں اوپر سے ایک شدہ لپکا اور گولی ڈلن کے قریب سے گزر
 کمرہ چار کے پلستر میں گھس گئی۔ ڈلن نے فوراً تھا پس کا دھانہ اوپر کی طرف
 گھما کر بڑا ٹیگر دبا دیا۔ پچھلے درپے کئی گولیاں چلیں اور اس کے ساتھ ہی ایک
 کمرہ شاک چیخ ان دھماکوں کے شور میں ابھری۔ اب وہ گلی میں نکل آئے تھے۔

زمین پر کھڑے ہوتے ہوئے ماترہ نے اپنے اچھے ہوئے سانس درست کئے اور
 ڈلن کے ساتھ ساتھ گلی میں بھاگنے لگی۔ دور دور تک پر ہول سناتے اور گھور
 تاریکی کا راج تھا۔ موت ان کا تقاب کمرہ ہی تھی۔ کسی بھی وقت کوئی گولی ان
 کے جسموں میں سوراخ کر سکتی تھی۔ کارٹر ابھی کافی دور تھا۔ ماترہ نے سوچا اگر وہ کسی
 وقت پر کارے کمرہ والے نہ پہنچا تو آج ان کی موت یقینی ہے۔

گلی کا موڑ قریب آ رہا تھا۔ ڈلن نے اسے لیٹ جانے کو کہا اور خود بھی نیچے
 گہر گیا۔ دونوں آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ماترہ کا دل سپید
 میں تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا خطرناک صورت حال تھی۔ حملہ آور کہیں بھی
 چھپے ان کی موت کے خواہاں تھے۔

گلی میں مڑتے ہی دو آدمی بھاگتے ہوئے ان کے سامنے آگئے۔ ڈلن نے
 انہیں سنبھالنے کا موقع ہی نہ دیا، اس کے پستول سے کئی گولیاں نکلیں اور دونوں
 حملہ آوروں کے جسموں میں دھنسی چلی گئیں۔ کمرہ شاک چیخیں گلی میں کئی شعلے اندھیر
 میں کوندے مگر وہ دونوں ان کی دستبرد سے محفوظ رہے۔ ڈلن کے پستول نے
 ایک اور حملہ آور کو چنچنے پر مجبور کر دیا۔

کارٹر پر پہنچے ہی تھے کہ ایک بڑی سی کار کے بریک ان کے قریب چنچے
 یہ ردی تھا۔ ماترہ دروازہ کھول کر پھلی سیٹ پر گر گئی۔ ڈلن بھی اس کے
 ساتھ بیٹھ گیا۔ کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اچانک ایک گلی سے تین آدمی نکلی
 کمرہ ان کے سامنے آگئے۔ ادا دھادہ منہ خانہ رنگ کمرہ نے سب سے روکی نے دانت
 پیسے ہوئے کار کی اسپید بڑھا دی۔ اور انہیں کھلتا ہوا نکل گیا، ان

میرے دو کار کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ دلہن اش چیخیں، ایک مرتبہ پھر نمازے میں گونج کہ رہ گئیں پھر موت کا سامنا کر چھا گیا۔ اور کار کے بڑھتی رہی۔
”کہ صبر ہے ہو؟“ دلہن نے چیخ کر پوچھا۔

اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس قبضے کو خیر باد کہہ دیا جائے، روکسی

نے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے نکالو یہاں سے..... اور اب بتاؤ یہ سب کیسے ہوا تھا؟“
 ”غذاری ویسی نے کی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ تم نے ہر سٹ کو ختم کر دیا ہے
 تو اس نے فوراً تلارنی کو اطلاع دے دی۔ وہ پہلے ہی سے اس کی تنظیم سے
 ملا ہوا تھا۔ مجھے یہ باتیں اس وقت معلوم ہوئیں جب وہ اپنے ساتھی میگردن سے
 باتیں کر رہا تھا۔“

”ادہ ولیسی!“ دلنغرا کہہ لیا۔ ”میں اس کو دنیا کے کسی بھی کونے میں نہیں
 نہیں لےنے دوں گا۔“

”اس کی پرواہ مت کرو۔“ روکسی پولا۔ ”اب وہ افسوس مند اس دنیا میں نہیں ہیں۔۔۔۔۔ میں نے انہیں کھانے لگا دیا ہے۔“

”ادہ۔“ دلن کے چہرے پر طمانیت دوڑ گئی۔ ”تم نے بہت اچھا کیا روکھی۔ میں تمہارا شکم گزار ہوں تم نے میرے انتقامی جذبے کو تسکین پہنچائی ہے اسباب مجھے لکڑی کا پتہ بتاؤ پہلے ہم وہیں چلیں گے شاید میں اب بھی لیاٹا ملیں سکوں۔“

۱۰ وہاں جانا پانگلی پن ہے دلن۔ اس مرتبہ ہم موسیٰ کے منہ سے نہ بچ

سکیں گے : ماٹروہ نے چلا کر کہا

والہ نے ایک اور تہمت اس کے احساں پر مارا اور غرا کہ بولا۔

”یہ تہ جلد میں تم سے طبعی نیٹے والا ہوں۔“

”یہ بھیگ کر رہی ہے دن وہاں اب کچھ بھی نہ ہوگا۔ ویسی نے تہا دی تمام
 میکیم لٹل لونی کو بتا دی تھی۔ اب سوال یہ نہیں پیدا ہوتا کہ وہ طلب میں تمہیں
 مل سکے۔ بلکہ ہو سکتا ہے بے خبری میں ہم ہی ملے جائیں۔ چونکہ دشمنوں پر بے
 احتیاطی سے حملہ آور ہونا خود کشی کے مترادف ہے۔ وہ لوگ شاید چھپ کر ہمارا
 گھات میں لگے بیٹھے ہوں۔ اور پھر یہ بھی یقینی ہے کہ وہاں پولیس بھی ہماری
 منتظر ہوگی۔ جیسے ہی ہم وہاں پہنچیں گے۔ وہ ہمیں گرفتار کر لیں گے۔ لٹل لونی
 نے انہیں بتا دیا ہوگا کہ ہم اسے قتل کرنے آرہے ہیں؟

دُلیں تیریاں چڑھائے روکسی کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ آخر کار بھٹوری
دیر بعد دسیے لہجے میں ہلدا۔

”اچھی بات ہے قصے سے باہر نکلا میں ان لوگوں سے پھر نیٹ لوں گا یہ تو لغتیں ہے کہ اس قصے پر آج نہیں تو کل میری پھنے بازی چلے گی۔“

• ادہ نہیں فی الحال ہم قصبے سے باہر بھی نہیں نکل سکتے تھوڑی سی ہی دیر بعد تمام سڑکیں بلاک کر دی جائیں گی۔ یہیں تھوڑے عرصے تک حالات کے معمول پر آ جانے کا انتظار کرنا ہوگا۔“

• پھر کہاں جاے ہو؟ •

”مٹھرو مجھے سوچنے دو.....“ کوئی نے کہا۔ ”میری نگاہ میں ایک شخص ہے“

جو میں اس وقت تک پناہ دے سکتا ہے جب تک خطرہ مل نہ جائے۔

۔ میٹک کہتے ہو مکدرہ ہے کوئی؟

۔ جو کوئی بھی ہے، مچھول آدمی ہے وہ ہمیں موزوں پناہ گاہ فراہم کر سکتا

ہے۔

روکسی کا کہہ کر ڈیوٹی تھریڈ اسٹریٹ پر ڈالے ہوئے تھا۔ اب کارکیناس ایڈنیو
برن کلاس کمرہ ہی تھی۔

پلی بور کمرے کے بعد چانک ماہر نے روکسی کا کندھا بھینچ دیا۔ تھریڈ اسٹریٹ
شرع کر دیا۔ "گاڑی مارو کو۔ گاڑی روکو۔"

روکسی نے گھبرا کر بریکوں پر پاؤں رکھ دیا۔ کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

۔ اب کیا مصیبت آن پڑی تم پر؟ ڈن نے کھڑے لہجے میں کہا۔

۔ تم نے یہ کار کہاں سے حاصل کی ہے؟ وہ روکسی سے مخاطب تھی۔۔۔۔

ایکٹرک پول کی روشنی میں، اس کا چہرہ بے مدغوفہ نظر آ رہا تھا۔

۔ تم بالکل تہ نہیں ہو گئی ہو؟ روکسی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

۔ مجھے بھی یو، شک ہے۔ ڈن غرایا۔

۔ مجھے بتاؤ تم نے یہ کار کہاں سے حاصل کی ہے۔ ماہر نے اپنا سوال

دہرایا۔

۔ مگر تمہیں اس سے کیا۔۔۔ جہاں سے بھی حاصل کی ہو۔ تاہم تمہارے

اطمینان کے لئے بتا دوں کہ میں نے اسے ایک سڑک پر سے اڈا لیا ہے اور کوئی

سوال؟

۔ اس احمق نے ہمیں مروا دیا ہے۔ ماہرہ چلائی۔ تم میں سے کسی نے بھی نہ

سوچا کہ ہم چوری کی کار لے کر اسٹیٹ لائن سے گزریں گے۔

۔ تم ادا سے بیٹھے۔ ڈن روکسی کی کمر پر گھول سکتے ہوئے چیخا۔

۔ تم نے فیڈرل فورس کو اپنے پیچھے لگا لیا ہے۔

۔ تم۔ مجھے کیا معلوم تھا۔۔۔۔؟ روکسی ہسٹلا کر بولا۔

۔ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ فیڈرل فورس کی یہی ڈیوٹی ہے کہ وہ

اسٹیٹ لائن پر آنے والی ہر گاڑی کو چیک کرتے ہیں۔ اور پھر تعیش مکمل ہونے

کے بعد مسروقہ گاڑی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ تم ادا کے پیچھے ہو اگر اس بات سے

بھی واقف نہیں۔

روکسی کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ اب کیا کیا جائے ایسے حالات

میں جبکہ سڑک قتل کیا جا چکا ہے۔ وہ اور زیادہ سرگرمی سے ہمارا تقاب کر بیٹھے

اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

۔ اب بھی وقت ہے۔ ماہرہ بولی۔ جلدی سے نکل چلو وہ لوگ پیچھے

ہی والے ہول گئے۔ کار ایک مرتبہ پھر سڑک کے سینے پر دوڑ رہی تھی۔

۔ اور جب وہ حرام کا جنا سڑان یہ خبر سنے گا۔ تو بھاگا بھاگا مہینٹھ مڑے گا

پھرے گا۔ ڈن نے کہا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ آسمان پر چاند سیاہ بدلیوں میں جا چھپا تھا

ہر سواک ہوائی سسکت طاری تھا۔ ایسے سناتے میں کار کی ہلکی گڑگڑاہٹ

بڑی اجنبی سی لگ رہی تھی۔

”تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟“ ڈلن نے عقلمندی دہرایا مائہ سے کہا۔

”تمہارا خیال ہے اس بھگدڑ میں مجھے رقم کا خیال رہا ہوگا۔“ مائہ نے جلدی سے بیگ چھپاتے ہوئے کہا۔ ڈلن نے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور چھپے کمرے سے بیگ بھین لیا۔ کھول کر دیکھا تو اندر نوٹوں کی کئی گڑیاں رکھی ہوئی نظر آئیں۔

”ہم؟ وہ اسے خوشگین نظروں سے گھورتے ہوئے غرایا۔“ تو تم مجھے ڈبل کر اس کرنے جا رہی تھیں؟ پھر اس نے گڑیاں نکال کر اپنی جیبوں میں گھولنا شروع کر دیں۔ بیگ خالی کرنے کے بعد اس نے مائہ کے منہ پر سے مارا۔ میری رقم؟ وہ بے چارگی سے سک کر بولی۔

”ہماری منزل پہنچ گئی۔ ڈیل قریب ہے۔“ روکسی اگلی نشست سے بولا۔

”سارے کو یہیں چھوڑ کر ہم پیدل چلیں گے۔“ ڈلن نے بھی آمادگی ظاہر کی اور

وہ سارے اندر کمر پیدل آگے بڑھنے لگے۔

”جس شخص کے پاس ہم چاہتے ہیں وہ تم سے معاوضہ کچھ زیادہ ہی طلب کرے گا۔“ روکسی نے کہا۔ جواباً ڈلن نے آمادگی کے الفاظ میں ہنکارا بھرا۔ مائہ ان کے درمیان چل رہی تھی۔ اس کا وجود تلخیوں کی آمادہ گاہ بن کر رہ گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا۔ وہ ڈلن کا خون پی جانے کے خیال کو حقیقت میں ہی بدل دیتی۔

آگے چل کر انہوں نے سڑک چھوڑ دی۔ اور بائیں طرف والی عمارتوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ یہاں اندر میل بڑھ گیا اور ہاتھ کدے سمجھائی نہ دے رہا تھا۔

ایک مکان کے سامنے رک کر روکسی نے دوانے پر دستک دی۔ جلد ہی ایک

دبلا پتلا، اور دراز قد شخص باہر نکلا۔

”کوئی ہو بھی؟“ آواز ابھری۔

”ادھ جو یہ تم ہی ہونا؟“ روکسی نے کہا۔ ”میں روکسی ہوں اور یہ میرے دوست ہیں۔ کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟“

”آ جاؤ۔“ اس نے مروتی سے کہا۔

وہ ایک چھوٹے سے تباہ حال کمرے میں پہنچے جہاں تیل کا چراغ جل رہا تھا۔ ”یہ جو چیسٹر ہے۔“ روکسی نے قیامت کرایا۔ ”میں کا ذکر میں تم لوگوں سے

کر رہا تھا۔ یہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔“

”شاید مجھے تم لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی ہے وہ اپنے زرد و انت نکال کر بولا۔

”دراصل ہم لوگ تمہارے پاس پناہ لینے کی غرض سے آئے ہیں۔ تم یقیناً ہمیں مناسب اور محفوظ جگہ پر پہنچا سکتے ہو۔“

”میرا خیال ہے پہلے ایک ایک کلاس بیکر کا ہو جائے پھر معاملے کی بات چیت کریں گے۔“ جو جلدی سے بولا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”مجھے یہ شخص کچھ اچھا نہیں لگا۔“ ڈلن نے کہا۔

”ہمیں صرف آم کھانے سے مطلب ہونا چاہیے؟ روکسی شانے اچکا کر بولا۔

جو بوتل اور کلاس لے کرے ہیں لوٹا۔ ”تینوں مرد میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مگر مائہ ان سے ہٹ کر کھڑکی کے قریب جا بیٹھی۔ ڈلن نے اپنے ٹکڑی

کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ جو اندر روکسی بیٹے ہے۔

”کتنے عرصہ کے لئے رہنا پسند کرو گے؟“ شراب نوشی کے پسند جو بولا۔

”چند ہفتے تو لگ ہی جائیں گے“ روکسی نے جواب دیا۔

”ایک سو ڈالر فی ہفتہ دو گئے؟“ جو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈلن نے غصے میں آکر کہہ رکھی تھی اسے اٹھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ روکسی نے اسے

بازو سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ ”ایک منٹ صبر کرو“ اس نے کہا۔

”مجھے یہ سودا منظور نہیں“ ڈلن نے مشتعل ہو کر کہا۔ ”یہ شخص میں ٹھیکے

کی کوششیں کر رہا ہے۔“

جو کہے ہوتوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دس منٹ پہلے ریڈیو سے یہ اعلان

جو چکا ہے کہ تم تینوں ایک کار چوری کرنے کے چکر میں جیسٹ ڈیپارٹمنٹ کو

مطلوب ہو۔ اس کے علاوہ اسٹیٹ پولیس کو ہرسٹ کے قتل کے الزام میں

بھی تم لوگوں کی تلاش ہے۔“

کمرے میں بہت کی سی گہری خاموشی چھا گئی۔ مائمرہ نے نفرت بھری نظروں

سے ڈلن کی طرف دیکھا جس کی وجہ سے وہ آج تباہی و بربادی کے دروازے

پر دستک دے رہی تھی۔

جو نے اپنے غلیظ ہاتھ میز پر پھیلاتے ہوئے مائمرہ کو انداز میں کہا

”تم تینوں خطرناک قاتل ہو۔ تمہیں پناہ دینا موت کو دعوت دینے کے

مترادف ہے۔ مگر چونکہ تم روکسی کے دوست ہو اس لئے میں رسک لینے پر مجبور

ہوں۔ اگر اب بھی تم لوگ معمول کا وضع نہ دو تو یہ تمہاری کم ظرفی ہے۔“

”مگر سو ڈالر بہت زیادہ ہیں۔ خیر میں تمہیں پانچ سو ڈالر دیتے کو تیار ہوں۔“

— کہہ منظور؟

”یہ پانچ ہفتوں کا کمایہ ہو گا۔ کھانے کے لئے الگ دو گئے۔“

ڈلن نے اچھل کھلے سے تمبیان سے مقام لیا۔ اور ایک زورور جھٹکا

دے کر بولا۔ ”سودا حرام ہے! اب اگر ڈھنگ سے بات نہ کرو گے تو زندگی کا

حلقہ تنگ کر دوں گا۔“

خوف و ہمت کے مائے جو کی گھنگی بندھ گئی۔ الفاظ الٹ الٹ کر اس کے

حلق سے خارج ہونے لگے۔

”ہم۔ مجھے۔۔۔ منظور ہے مگر جتنے دو گئے اتنے ہی لے لوں گا میری

مال کا گھر پہاڑیوں پر واقع ہے وہ تمہاری اچھی طرح دیکھ بھال بھی کرے گی

اور کھانا بھی کھلائے گی۔ میں تمہیں وہیں بھیج دوں گا۔ وہاں پولیس بھی نہیں پہنچ

سکتی۔“ ڈلن نے حقارت سے اس کا گہریاں جھٹکا دیا۔

”میں نے اس جگہ کو دیکھا ہوا ہے۔ وہ واقعی بہت محفوظ جگہ ہے۔“ روکسی

بولی۔

”میں ایک کار کی بھی ضرورت ہے۔“ ڈلن جو کی طرف اُگدم کر بولا۔

”میں تمہیں اپنی کار بھی فروخت کر دوں گا۔“ جو ہنسنے کے سوا کی طرح

بولی۔ ”اگرچہ وہ پرانی ہے مگر تیز چلتی ہے۔“

ڈلن نے ٹوٹیوں کی ایک گڑی اس کی طرف اچھا دی اور بولا۔

”یہ بادہ سو لیا لہ رہی ہے۔ انہیں دو ہفتے کا کمایہ اور کار کی قیمت تصور کرو۔“

جولے کا پینے ہاتھوں سے ٹوٹوں کو گنا اور جیب میں رکھ لیا۔ اس کا چہرہ اندرونی مسرت کی غمازی کمرہ ہاتھا۔ جنہیں وہ دہلنے کی کوشش میں مصروف تھا۔
 "دلن اس کے قریب ہو کر سخت لہجے میں بولا۔

"کار تیار کرو۔ اس کے علاوہ ہمیں شراب کی چند بوتلوں اور خوراک کے سامان کی بھی ضرورت ہوگی۔۔۔۔ یہ کام فوراً سے پیشتر ہو جانا چاہیے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" جو سرشار ہو کر بولا۔ اور باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے آکر بتایا کہ تمام سامان کار میں رکھ دیا گیا ہے اور علاوہ ازیں کار کا سلسلہ بھی گیس سے بھر دیا گیا ہے۔

جس وقت چائے پیتے تھے تو جانے بتایا کہ وہ بھی بہت جلد وہاں پہنچ رہا ہے۔ کارٹرک پر دوڑنے لگی۔ ڈرائیونگ روکی کمرہ ہاتھا۔ "دلن اور مائڈ پھلی نشست پر تھے۔

"ہم لہجے میں وہاں تک پہنچ جائیں گے؟" دلن نے پوچھا۔

"کافی لمبا سفر ہے۔۔۔ کم از کم تین گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔"

کار کئی پچھلی سڑک پر بار بار اچھل رہی تھی۔ اور انجن سے بے تحاشا شور پیدا ہو رہا تھا۔

اچانک مائڈ کے ذہن کے نہاں غلے میں پوشیدہ ایک پرتا جذبہ عود کر شہر میں سمٹ آیا۔ اسی جذبے کے زیر اثر اس نے اپنا سر آہستہ آہستہ دلن کے ٹلنے سے لٹکا دیا۔۔۔۔۔ یہ کیسی نفرت تھی۔۔۔۔۔ یہ کیسی محبت تھی۔۔۔۔۔ وہ خود بھی ان جذبات سے شعوری طور پر ناواقف تھی۔ جو اس

وقت سے اس کے لاشعور میں چمٹ کمرہ گئے تھے! جب سے اس نے دلن کو دیکھا تھا۔۔۔۔۔

"کیسے؟" دلن اس کا سر ہٹک کر اکھڑ لہجے میں بولا۔

"میدھی ہو کر بیٹھو۔ لہجے کی سرد مہر ملنے اس جذبے کو دوبارہ لاشعور میں دھکیل دیا۔ اور وہ خود پر تل کر کمرہ گئی۔

اچانک دلن کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنی سماعت میں انجن کا ہلکا ہلکا شور ابھرنے محسوس کر رہا تھا۔ مگر انجن کا یہ شور کاسے کے انجن سے مختلف تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا بہت دور روشنی کی اگلی گولی پر مٹی مقرر کئی نظر آ رہی تھی۔ یہ پٹی آہستہ آہستہ قریب ہوتی جا رہی تھی اس نے آواز کی سمت کان بگا دیئے۔ آواز واضح ہوتی جا رہی تھی۔ اب اسے سمجھ آئی کہ یہ شور کیسا تھا۔۔۔۔۔ بوڑھا سائیکل کے انجن اور غلطے کے سائرن کا ملا جلا شور۔۔۔۔۔

"رفتار بڑھاؤ۔۔۔۔۔ پولیس تعاقب کمرہ رہی ہے۔" وہ چیخا۔

روکی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔۔۔۔۔ سائرن کی آواز بند رہ کر قریب آئی جا رہی تھی۔

"رفتار اور بڑھاؤ۔۔۔۔۔ وہ آواز کا پکھا اوپر اچڑھلے۔"

رفتار بڑھنے سے کار ہری طرح لہلہنے لگی۔۔۔۔۔ جھٹکوں میں بے پناہ امانہ ہو گیا۔

دلن نے پستول نکال کر پھلی کھڑکی پر مارا۔ اسٹیش ٹوٹ کر باہر گر گیا۔
 "قائمیت کہنا۔" مائڈ نے اسے روکنا چاہا۔

مگر دلن نے نشانہ لے کر ٹرائیگر دیا دیا۔ دو دھاکے ہوئے مگر نشانہ خطا گیا
موتیر سائیکل سواری دھوا دھوا دھوا کر خود کو بچا گیا۔

تلقاب بدستور جاری تھا۔ فائبرنگ سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ الٹ کا فائدہ
برکھ گیا۔

اچانک پھلی جانب سے پلے در پلے کئی فائر کئے گئے اور کار کے پچھلے شیشے کے
ٹکڑے اندر بکھر گئے۔ دلن پر دھشت سوار ہو گئی اس نے ایک دم تھا من کا دہانہ
کھول دیا۔ بیک وقت کئی شعلے نیم دائرے میں دور تک پھیل گئے۔ اس کے ساتھ
ہی کہ بناک چیخ و قہقارے سنائے کہ چیرتی دور تک پھیل گئی۔

ختم ہو گیا۔ دلن جوش سے چلا یا۔ اور پستول کو سیٹ پر اچھال کر تھپتھپ
لگانے لگا۔

اچانک اسے چوٹ لگنا پڑا۔ اسے اپنا ہاتھ گھیرا اور گرم محسوس ہو رہا تھا۔ سوٹنگ
کر دیکھا تو یہ خون کی بو بھتی تو کیا وہ زخمی ہے اس نے دل میں سوچا
اسکے اس کا ذہن ایک خیال کے تحت پلٹا۔ ایک کونے میں ماہرہ کا جسم آہستہ
آہستہ رینگ رہا تھا۔ اس کا آدھا جسم نشست سے اوپر اڑا دھانچے لٹک رہا تھا
مہے کیا ہوا۔ کیا تم زخمی ہو؟ اس نے پوچھا۔

جواب میں ماہرہ کے کھانسنے کی آواز سنائی دی۔

جلے کار روکو۔ وہ آخری دھوکے پر ہے۔ دلن نے روکی سے کہا۔
روکی نے گھبرا کر روک دی۔ دونوں نے ماہرہ کے جسم کا جائزہ لیا۔ وہ
برقی طرح زخمی تھی۔ ایک بازو دایہ طرف سینے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اور دوسرا

نیچے لٹک رہا تھا۔ انگلیوں سے خون ٹپک ٹپک کر نیچے گرتا جا رہا تھا۔

”ہے۔ بے فی تم بری طرح زخمی ہو۔“ دلن نے نرم لہجے میں کہا۔

اس نے آہستہ سے سر اٹھایا چہرے سے شدید کرب کی کیفیات ظاہر
ہو رہی تھیں۔ جنہیں دبانے کے لئے اس نے دانتوں پر دانت جمل لئے تھے۔

سار کی خیرہ کن لاسٹس میں اس کا زخمی چہرہ بے مددھیانک لگ رہا تھا۔ بکھرے
بال خون اور پسینے سے بھیگا ہوا چہرہ دیکھ کر روکی صر سے پاؤں تک کانپ
اٹھا۔

”اس کی حالت نازک ہے۔“ روکی نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ ”ہیں

اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہو گا۔ ورنہ یہ مر جائے گی۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔“ دلن نے کہا۔ ”حالت خراب ہے ڈاکٹر کے پاس
لے جانا ہی پڑے گا۔“

روکی ماہرہ کے جسم سے ہٹ آیا اور کار کے اندر بیٹھتے ہوئے اسجن
اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ دلن جھپٹ کر اس کے پاس پہنچا۔

”سنو۔۔۔ ہم اس حالت میں اسے دوبارہ قہقارے تک نہیں لے جاسکتے۔ رستے
میں اس کی حالت اور بگڑ سکتی ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم ڈاکٹر زبردستی
یہاں پہنچاؤ۔ میں تمی دیماس کے پاس ٹھہرتا ہوں۔“

روکی نے ایک مرتبہ اس کی سر دھڑکھوں میں بھانٹا۔ پھر زمین پر ماہرہ
کے بکھرے جسم کی طرف دیکھ کر بولا۔

”نم۔ مگر اس کی حالت۔۔۔۔۔“

”کچھ نہیں.... تم جاؤ یہاں سے۔“ ڈلن غرایا۔ ”اب ڈاکٹر کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی وہ دم توڑ رہی ہے۔ تم دور جا کہہ بیٹھو میں آخری دین پڑاؤ سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔“

روکی انجن بند کرنے کے باہر سڑک پر آگیا۔ مائٹھ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور گھٹے گھٹے لہجے میں بولی۔

”روکی.... روکی.... رو.... کسی.... تم کہاں جا رہے ہو؟“
 ”میں تمہاری مریم بیٹی کا سامان لینے جا رہا ہوں۔“ روکی نے ٹھوکھلے لہجے میں کہا۔ ”تم بہت جلد میٹیک پہنچاؤ گی۔“
 ”درو کی ایک ناقابل برداشت اہراس کے سینے سے اٹھی۔

”روکی.... تم میرے پاس رہو روکی.... مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ....“
 میں اکیلی رہ جاؤں گی.... میں سر جاؤں گی روکی.... دیکھو....
 میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں خدا کے لئے مجھے چھوڑ کر مت جاؤ....
 روکی.... رو.... کسی.... وہ گڑ گڑاتی رہی۔ لیکن روکی اسے چھوڑ کر سڑک پر نکل گیا۔ اس کے ٹٹلے اس طرح کپکپا رہے تھے۔ جیسے شدید سردی محسوس کر رہا ہو۔

ڈلن مائٹھ کے قریب آگیا۔

”تم اب بہت جلد میٹیک پہنچاؤ گی۔“ وہ آہستہ سے اس کے کان میں

بللا۔

”مجھے ایک اور موقع دے دو ڈلن۔“ وہ گڑ گڑاتی رہی۔ ”م.... میں جا رہی

ہوں.... تم.... مجھے.... تم مجھے.... اور میں ایک اور موقع۔“
 ڈلن اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”تم پاگل ہو گئی ہو شاید.... چلو ہیں تمہیں کار کی سیٹ میں لٹا دوں۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے اسے ایک جھٹکے سے بازوؤں میں اٹھایا اور پھیلی سیٹ پر ڈال دیا۔

”تم.... میرے ساتھ کیا سلوک کر دو گے۔ ڈلن....“ مائٹھ نے کمزور آواز میں کہا۔

ڈلن اس کے چہرے پر جھپک گیا۔ دو لکیریں اس کی ناک کی جڑوں سے ہوتی ہوئی منہ تک کھینچ آئی تھیں۔ ”تم کیا سوچنے لگی ہو سسر؟“
 اس کی آواز مہینا ناک حد تک بھرا گئی تھی۔

”تم میرے ساتھ کتوں جیسا سلوک نہ کرنا ڈلن....“ وہ کھانسنے لگی۔
 بولی کھانسی کے ساتھ ہی منہ سے خون ابل پڑا۔

دفعتاً ڈلن کھلی کر سامنے آگیا۔ اس کی جیلٹ میں پنہاں وحشت،
 ورنڈی، برہمیت سمٹ کر آنکھوں میں آ گئی۔

”مجھے ایک موقع دے دو ڈی.... لن....“

”کیا تم نے فین کو کوئی موقع دیا تھا کتیا۔“ وہ غرایا۔ ”تم نے اسے بے دردی سے جلادیا۔ کیا تم نے کئی بار مجھے قتل کرنے کے منصوبے نہیں بنائے۔ کیا تم نے میرے خلاف جرمی کو نہیں بھڑکایا.... تم نے ہر مقام پر مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے.... آتے ہوئے تم نے چوری چھپے رقم بھی ڈالنی تھی....“

نہیں سسٹر تم اس قابل نہیں کہ تمہیں اور موقع دیا جائے۔۔۔ تم بہت مکار اور لڑی ہو سسٹر۔۔۔

”دیکھو۔۔۔ میں کتنی زخمی ہوں ڈن۔۔۔ مجھے اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے۔۔۔ اب تو مجھے معاف کر دو۔ اس کے لہجے میں التجا تھی، کمرپ تھا۔۔۔ احساس شکست تھا۔۔۔ وہ اس سے زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔ پتھر کے سامنے آہ وزاری کمرہ ہی تھی۔

پھر اس نے بڑی مشکل سے اپنا خون آلود ہاتھ ڈن کے گال سے مس کیا تھا اور سامکھائی۔۔۔ اک دردناک مسکراہٹ۔۔۔ اک عجیب سا جذبہ۔۔۔ جسمیں کئی رنگ تھے۔۔۔ طے چلے رنگ جنہیں علیحدہ سے دیکھنا مشکل تھا۔ ”مجھے۔۔۔ تم سے۔۔۔ محبت ہے۔۔۔ ڈی۔۔۔ لن۔۔۔ میں۔۔۔ محبت کرتی ہوں۔۔۔ تم سے۔۔۔ ہاں تم سے۔۔۔“

”ہو نہ محبت۔۔۔ تم بہت مکار ہو سسٹر مجھے آج تک تم سے زیادہ مکار عورت نہیں ملی سسٹر۔ اس کی انگلیاں جیب میں پڑے سپتول کے سرو بیرل پر جچی ہوئی تھیں۔

خون کافی بہہ چکا تھا، وہ نقاہت کے مائے کمرہ سے لگی، پھر اچانک دوبارہ کھانسی کا شدید دورہ پڑا۔ خون کے کئی لوتھڑے حلقے سے ابل پڑے۔۔۔ وہ جلدی جلدی خون تھوکتے ہوئے بولی۔

”مجھے نہ مارو ڈی۔۔۔ لن۔۔۔ مجھے نہ مارو۔۔۔ تم بہت سنگدل ہو۔۔۔ مگر مجھے تم سے محبت ہے، دیکھو میرے خون سے باہر نہ رانگو میں خود

ہی مر جاؤں گی۔۔۔ بہت تھک چکی ہوں۔۔۔ زمانے نے مجھ پر بے انتہا ستم توڑے ہیں۔ مجھے آنکھ کھولتے ہی ہر طرف میٹھے میٹھے نظر آتے ہیں، میں نے ہر جگہ وحشت کے منت نے روپ دیکھے ہیں۔ ظالم۔۔۔ درندے۔۔۔ دیکھو۔۔۔ مجھ پر کتنے ظلم ہوئے ہیں، مظلوم کی فریاد سن کر تو پہاڑوں کے سینے پھٹ جاتے ہیں، زمین شق ہو جاتی ہے، پھر تم کیسے انسان ہو۔۔۔ کیا تمہارے سینے میں دل نہیں دھڑکتا۔۔۔ مجھے جینے دو ڈن۔۔۔ آہ دیکھو مت مارو۔۔۔ لیکن تم بہت سنگدل ہو۔۔۔ یاد رکھو تم بھی ہاتھی کی موت مرو گے۔۔۔ کوئی چوٹی تمہاری سونڈ میں گھس کر تمہیں ہلاک کر ڈالے گی۔۔۔ تمہاری موت بڑی لمبی ہے کسی کے عالم میں ہوگی۔۔۔ وحشی۔۔۔ درندے۔۔۔ یہ میری بددعا ہے کہ۔۔۔ کہ۔۔۔ آہ۔۔۔“

کچنی پر پڑنے والے سپتول کے بیرل نے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

ڈن نے سپتول کو جیب میں ڈالا اور اس کی لاش کو گھسیٹ کر باہر مینیک دیا۔ پھر جھپک کر اس کا سینہ ٹٹولا۔ دل کی دھڑکن ساکن ہو چکی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے ابھی اس کا کمرناک چہرہ جاگ اٹھے گا۔ آنکھیں کھل کر جھپک پڑیں گی، اور جسم حرکت میں آکر بلی کی طرح اسے دلوچ لے گا۔۔۔۔۔ وہ خوفزدہ سا ہو گیا۔

ادھر۔۔۔ چاندیل یول سے نکلی آیا، سحر انگیز روشنی چاروں طرف پھیل گئی، دوسرے ک کے کتے گھاس پر نیم دراز دیکھی چاند کی طرف دیکھ رہا

تھا۔ اس کا بدن اب بھی دھیرے دھیرے کانپ رہا تھا۔ کیا ہو گا.....
کیا ہو چکا..... اس سے وہ بے خبر نہ تھا۔

ماچیسٹر اڈجیسٹر عمر کی چہیت و چالاک محدث تھی۔

وہ فارم ہاؤس میں کھڑی ان کا بخور جائزہ لے رہی تھی۔ ایک پوری
نما کیڑا اس کی کمر کے گہر دلپٹا ہوا تھا۔ جسے وہ ایپرن کے طور پر استعمال کرتی
تھی۔ فارم ہاؤس چاروں طرف سے پہاڑیوں میں گھرا ہوا تھا۔ مین روڈ یہاں
سے کافی دور تھی۔ پہاڑیوں کے ڈامن میں واقع یہ عمارت بالکل تنہا تھی اور
دور تک کوئی دوسری عمارت دکھائی نہ دیتی تھی۔

سورج سر پہ چڑھ چکا تھا۔ گزشتہ رات انہوں نے فارم ہاؤس کے
وڈ اسٹور میں گزار دی تھی۔ کیونکہ وہ انہیں جانتے تھے کہ رات گئے تک ان
لوگوں کو جگا کہ خوفزدہ کر دیں۔

روکسی بڑھیلیا سے باتیں کر رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کے
متعلق پہلے سے جانتی ہو۔ غالباً جو نے تمام تفصیلات فون پر اسے بتا دی تھیں

کمرہ انہیں دیا گیا وہ گیر و غبار سے بری طرح اٹا ہوا تھا۔ بڑھیلیا نے
کمرہ صاف کیا اور ان کے لئے ناشتہ تیار کرنے چلی گئی۔

صبح و عریض نشست گاہ میں ایک بوڑھا کدھی پر بیٹھا تھا۔ عمر میں وہ
ماچیسٹر کا بھی والد ماجد نظر آتا تھا۔ مگر درحقیقت اس کا شوہر تھا۔ نشست
گاہ کا عقبی دروازہ کچن میں کھلتا تھا جہاں ماچیسٹر ناشتہ تیار کر رہی تھی۔
”یہاں۔۔۔ اس قید خانے میں رہنے کا معاوضہ ہم نے کچھ زیادہ دیا ہے۔“
ڈلن نے کہا۔

”مگر یہ بھی تو سوچو ہم یہاں بالکل محفوظ ہیں۔“

ڈلن کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔ اور روکسی نے اپنی نظریں اس کے چہرے
پر جمادیں۔۔۔۔۔ گزشتہ رات کے واقعات سے اس کے اعصاب اب تک
کشیدہ تھے۔ مائیکہ کی لاش کما انہوں نے وہیں گرٹھا کھود کر دبا دیا تھا۔ عین
نکلن تھا۔ کسی کی نظر پڑنے کی صورت میں لاش دوسرے تیسرے دن ہی برآمد
ہو جاتی ورنہ دوسری صورت میں لاش وہاں نکل سرخھی جاتی اور کسی کو علم ہی
نہ ہوتا۔

ماچیسٹر نے انڈر کولر اعلان کیا کہ دوسرے کمرے میں ناشتہ تیار ہے،
وقت وہ کمرے میں پہنچے تو بوڑھا جیسٹر پہلے سے وہاں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔
مصرف نظر آیا۔ ڈلن نے گھور کر پوڑھے کو دیکھا جو اب بوڑھے نے بھی اسی
قسم کا رویہ اختیار کیا۔

”اس کی پڑاہ مت کرو یہ میرا ہے۔“ ماچیسٹر نے جلدی سے کہا۔

ڈالنے کہی گھیسٹ کمریز کے قریب بیٹھ گیا۔ ناشتے میں نظر آنے والی اشیائے
فام ہاؤس کے مینوں کی غربت و افلاس چھلک رہی تھی۔
”کیا یہاں ریڈیو ہے؟“ ڈالنے نے پوچھا۔
”نہیں ہیں کبھی اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔“ ماچیسٹر نے جواب دیا۔
”میرا خیال تھا ریڈیو ہر فام ہاؤس پر مل جاتا ہے۔“ ڈالنے ناراضگی
سے بولا۔

”ہم غریب لوگ ہیں۔ ریڈیو خریدنے کے متحمل نہیں۔“
دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔ روکسی اور ڈالنے دونوں ہی
اسے دیکھ کر کھاتے کھاتے رک گئے۔ وہ فریہ مائل جسم کی لڑکی تھی اس کے بھوٹے
بال شانوں پر بچھرے ہوئے تھے۔ جسم پر نظر آنے والا لباس میلا کچھلا تھا۔ قد
کے لحاظ سے ڈالنے کے برابر نظر آتی تھی۔ بڑے بڑے بیلچے نما ہاتھ پاؤں، صحت
مندھیم، دلکش خدوخال، چمکدار آنکھیں..... مگر چہرے کے تاثرات سے
وہ کوئی سات سالہ بچہ دکھائی دیتی تھی۔

بڑے حیرت زدہ انداز میں وہ دونوں کو دیکھیں بھپکا بھپکا کر دیکھتی
رہی۔ آنکھوں سے قد سے خوف و ہراس بھی مترشح تھا۔
”بیٹھ جاؤ کمر لسی۔“ ماچیسٹر بولی: تمہیں ان دو شریف آدمیوں
سے نہیں ڈرنا چاہیے۔“

کافی دیر تک وہ بدستور انہیں خاموشی سے تنقید رہی۔ پھر آواز میں بناوٹی
خود اعتمادی پیدا کر کے بولی۔

”کیا تم لوگ اس لڑکی سی کار میں آئے ہو؟“
ڈالنے نے روکسی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جیسے لڑکی کے متعلق فیصلہ
نہ کر سکا ہو کہ اسے کیا سمجھے؟“ ہاں بے جی ہم لوگ اسی کار میں آئے ہیں: روکسی
نے جواب دیا۔

”ہمارے پاس کوئی کار نہیں ہے۔ وہ اداس لہجے میں بولی۔ کیا تم مجھے
کار میں بٹھا کر سیر کراؤ گے؟“

”کمر لسی! ماچیسٹر نے اسے ڈانٹا۔ تم ان شریف آدمیوں کو تنگ نہ
کرو۔ چلو چپ چاپ ناشتہ کمر کے باہر کھیلو۔“
کمر لسی نذیروں کی طرح کھلنے پر چھٹی اور جلد ہی جلدی نالے حلق سے
اتارنے لگی۔ کھانے کے بعد اس نے دو وہ کاجگ منب سے لگا لیا۔ پینے کے
دوران دو وہ اس کے کپڑوں پر کبھی گمتا رہا۔

اچانک ڈالنے نے نقصوں سے کمر لسی کے لباس سے اٹھنے والی کھٹی سی بو
ٹکرائی۔ ایسی بو جو کہ اکثر ان بچوں کے جسموں سے اٹھتی ہے جن کے ماں باپ
ان کی خاطر غماہ دیکھ بھال نہیں کرتے۔ یہ بو ایسی ناگوار تھی کہ ڈالنے کمر لسی سے
اٹھ کھڑا ہوا اور کافی ماکپ اٹھا کر کمر لسی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے
اٹھتے ہی کمر لسی نے اس کی گوشت والی پلیٹ اپنی طرف سرکاری اور بھوکوں
کی طرح ہڈیاں چچھڑنے لگی۔

”بے جی۔ کیا تم بھوکے ہو؟“ روکسی چاقو میز پر رکھ کر بولا۔
اس نے روکسی کی طرف دیکھ کر زور زور سے سر ہلایا۔ روکسی نے اپنی

پلیٹ کا گوشت بھی اس کے سامنے رکھ دیا۔ جس پر وہ بھوکے چیتے کی طرح ٹوٹ پڑی۔

”تم سیر کرنے لے جاؤ گے نا؟“ کھانے کے بعد وہ بولی۔

”ہاں۔ ہاں ضرور لے جاؤں گا۔“

”کم لسی خاموش رہو۔“ ماچیسٹر اسٹو کے قریب سے بولی۔ کم لسی منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائی۔ اس کے منہ سے رال بہہ کر ٹیڑھی تک آگئی تھی۔ ماچیسٹر نے اس کا منہ صاف کیا اور مسکرا کر کہنے لگی۔ ”یہ بہت معصوم لڑکی ہے۔ لیکن دل کی بری نہیں۔ اس کے دماغ کا کوئی پرزہ بچپن ہی سے ڈھیلا رہ گیا ہے۔“ اب تدبیر کا فی بری ہوگئی ہے۔“ روکھی نے کم لسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اٹھارہ سال کی ہوگئی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے۔ یہ کبھی بھی صحیح الدماغ نہیں ہو سکتی۔“ ماچیسٹر کی آوازیں دکھ ابھر آیا۔
ڈالین باہر کار کی پھلی سیٹ کو پانی سے دھو رہا تھا۔ روکھی اس کے قریب موجود تھا۔

”اس کیتا سے مجھے گھن آتی ہے۔“ ڈالین نے ناک سکڑ کر کہا۔

”بالکل سچی ہے بے چارہ۔“ روکھی نے کار کے بھرپور بیٹھ کر سگریٹ سلکھا یا۔
”ہاں اے لٹے بالکل بے ضرر ہے۔“

اسی لمحے کم لسی شور مچاتی ان کے قریب پہنچی۔

”اسے یہ تم نے سادی سیٹیں خراب کیوں کر دیں؟“ اس نے حیرانی

سے پوچھا۔ ڈالین نے بری طرح گھور کر اس کی طرف دیکھا اور کار کی دوسری طرف چلا گیا۔

”یہ آدمی مجھے اچھا نہیں لگتا۔ وہ سرگوشیاں لہجے میں روکھی سے کہنے لگی۔

”اوہ نہیں بے بی تم غلط سمجھیں وہ بہت اچھا ہے۔“

”اچھا۔؟“ جیسے اس نے زبردستی اس کی بات مان لی ہو۔

”تو پھر سیر کرانے لے چلو۔“

”کل چلیں گے بے بی۔“ روکھی نے کہا۔ ”یہ بتاؤ تم دن بھر کیا کرتی رہتی ہو؟“

”میں۔؟“ کھلکھلا کر بولی۔ ”میں سارا دن کھیلتی رہتی ہوں۔“

”اچھا تو آؤ پھر ہم دونوں ملکر کھیلیں۔“ روکھی نے کہا۔

کم لسی نے پہلے تو کچھ سوچا جیسے فیصلہ کر رہی ہو کہ آیا اسے اس کے ساتھ کھیلنا چاہیے یا نہیں۔ پھر اچھل کر بولی۔ ”چلو آؤ کھیلیں۔“

ڈالین نے طنزاً انداز میں روکھی کی طرف دیکھا اور خشک لہجے میں بولا۔

”ہاں لے جاؤ اسے وریا پر۔ اور خوب ہنساؤ۔“

”غلط انداز میں مت سوچو ڈالین۔“ روکھی نے سنجیدگی سے کہا۔

”۔۔۔۔ وہ بے حد بھولی بھالی اور معصوم لڑکی ہے اس سے متعلق ایسی باتیں

سوچنا درست نہیں ہے۔“

”منہ خیر جاؤ اس بلا کر یہاں سے نہیں دور لے جاؤ۔“ ڈالین جھلا

کہہ لیا۔ " جاؤ بے بی اس کے ساتھ جا کہ گڑیوں سے کھیلو۔ "

روکسی اس کا بازو محکم کہہ پتھر پھلانگتے لگا اے اس معصوم سی لڑکی کی
جوانی پر بے حد ترس ادا تھا۔ جس کا دل نہ اندر سے کلا تھا اور نہ باہر سے
..... وہ اب بھی اتنی ہی معصوم تھی جتنا پیدائش کے وقت تھی۔

اگلے دو دنوں تک ڈن کا مزاج بے حد بگڑ گیا۔ بڑے سے چیسٹر کی یک بک
سننے سننے اس کے کان پک گئے اور اس پر طرہ یہ کہ کمرسی کا حالت آمیز حکایت نے اسے
برسی طرح جھنجھلا دیا۔ اور تیسری طرف وہ بڑھ گیا تھی۔ جو اس کے سامنے ہر وقت
اپنے پیٹے کے قصبے دہراتی رہتی تھی۔

کہہ لسی پالتو کتے کی طرح روکسی کے پیچھے دم ہلاتی پھرتی تھی۔ ان دو دنوں
کے اندر اندر اس کی سلامی جھجک اور شرم ختم ہو کر مائوسیت میں بدل گئی۔

اس عرصہ میں روکسی پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا تھا کہ کمرسی کے جسم
میں غیر معمولی قوت پنہاں تھی۔ وہ بڑے بڑے لکڑی کے ٹکٹے اتنی آسانی سے اٹھا
سکتی تھی۔ جتنی آسانی سے وہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ان دو دنوں میں کافی کاڑھی مچنی

تھی۔ البتہ دن میں کبھی کبھار وہ روکسی سے رخصت جاتی ایسے میں جب روکسی لے بڑے
پیاسے منانا۔ بڑے بڑھوں کی طرح گھر کا تو وہ کھلکھلا کہہ سنس پڑتی۔ سننے
ہوتے وہ بہت پیاری لگتی تھی۔ اس کا معصومانہ حسن اور نکھر آتا۔

دس بجے کے قریب جو فارم ہاؤس پہنچا۔ اپنی ٹی کار بڑے غر اور غرور
سے کھڑکی کی اور اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ کمرسی بھی اتنی جی جی راستے
ہی میں ملی تھی۔

اندر پہنچتے ہی بوڑھے اور بڑھیا نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا بوڑھا چیسٹر
اپنے پلانگ سے اتر کر سلیمپر گھسٹا ہوا اس کے قریب پہنچا اور مختلف قسم کے سوالات
کی بو جھاڑ کر دی۔

ماں باپ سے گلو خلاصی حاصل کر کے وہ ڈن اور روکسی کے پاس پہنچا
جو پہلے سے اس کے منتظر تھے۔ تینوں افراد فارم ہاؤس سے باہر نکل کر کچھ فاصلے
پر لگی ہوئی گھاس پر جا بیٹھے۔

کیا حالات ہیں؟ " ڈن نے بے صبری سے پوچھا۔

" کچھ نہ پوچھو پوچھو لیں گے محکمہ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ "

" اختیار ساتھ لائے ہو؟ "

" ادا نہیں۔ مجھے اخبار خریدنا یاد ہی نہیں رہا۔ "

" تم الو کے پٹھے ہو۔ " ڈن جھنجھلا کر سگریٹا۔ " قصبے سے آئے ہو اور اخبار

خریدنا بھول گئے۔ "

" یقین کر دو میں شرمندہ ہوں۔ مجھے واقعی یاد نہیں رہا کہ جو خود

تو کمر بوللا۔

”اور اب سنو الو کے چرخے، ڈلن نے اس کی بات کاٹ دی۔“ میں یہاں ریڈیو کی بھی ضرورت پڑے گی، ہم وہاں کے حالات سے بے خبر نہیں رہنا چاہتے۔“

”اچھی بات ہے۔ دوبارہ جب آؤں گا تو تمہیں ریڈیو بھی مل جائے گا۔“

”خیر یہ بتاؤ ڈال آج کل کیا ہو رہا ہے؟“ روکی نے مداخلت کی۔

”فیڈرل ایجنٹوں نے قصبے کا کوٹا کوٹا چھان مارا ہے۔ وہ لوگ میرے پاس

بھی آئے تھے۔ کیونکہ تم لوگ سروقتہ کار میسر مکان سے کچھ فاصلے پر چھوڑ گئے تھے۔“

”کیا انہیں معلوم ہے کہ تم یہاں بھی رہتے ہو؟“ ڈلن نے پوچھا۔

”میرے خیال میں تو ایسا نہیں ہے۔ دیکھو میٹر میں نے اپنی جان کو خطرے

میں ڈال ہے۔ اگر ان لوگوں کو پتہ چل گیا کہ تم یہاں چھپے ہوئے ہو تو سوچو میرے خاندان

کا کیا حشر ہوگا۔“

”کیا بارہ سو ڈالر میں نے تمہیں کمرس کے تحفظ میں دیئے ہیں؟“ ڈلن نروایا۔

”آہ۔ میں وہ تمام رقم جوے میں ہار بیٹھا ہوں اب میرے پاس چند سچے

رہ گئے ہیں۔ جو نے آہ بھری۔

”تو پھر میں کیا کروں؟“

”اب میں بالکل تہی دست ہوں اور“

”مکاری نہیں چلے گی میٹر، ڈلن نے مداخلت کی۔“ میں تمہیں پہلے ہی

بہت زیادہ رقم دے چکا ہوں۔ اب مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم اے جوئے میں

بارو یا عینوں کے درمیان گلی چھڑے اُداؤ۔“

”تمام اخبار ہر سٹ کے قتل کی خبروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ فیڈرل ایجنٹ تمہاری تلاش میں گڑھوں کی طرح منڈلاتے پھرتے ہیں۔ جگہ جگہ تمہارے متعلق پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ اور ہاں تم لوگوں کی گرفتاری پر پانچ ہزار ڈالر کے انعام کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔“

”پانچ ہزار ڈالر۔؟“ دونوں بیگتے قہقہے بولے۔

”ہاں۔ وہ ہر صورت میں تمہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔“

یہ سن کر دونوں افراد سوچوں کے تانے بانے میں الجھ گئے۔ تفکرات کی

پر چھائیاں ان کی آنکھوں میں لہرائے لگیں۔

”پانچ ہزار ڈالر کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔ جوئے کہا۔“ کوئی شخص بھی

اس رقم کو پانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اچھا میں ڈراماں کے پاس جا رہا ہوں وہ

مجھے وہاں نہ پا کر چلا رہی ہوگی۔ جلتے ہوئے تم لوگوں سے مل لوں گا، یہ کہتے

ہوئے وہ اٹھ گیا۔

”تم نے دیکھا وہ کیا بلکاس کر رہا تھا۔“ روکی نے کہا۔

”یہ سب کیا دھماکا رہا ہے۔“ ڈلن تلخ لہجے میں بولا۔

”اگر تم نے اس کا منہ نہ بھرا تو وہ پولیس لے آئے گا۔“

”لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ واقعی ہماری گرفتاری کے لئے انعام

مقرر کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ حرام زادہ ہم سے رقم ہتھیا نے کے لئے چال چل رہا

ہو۔“ ڈلن نے کہا۔ نوٹوں کی آخری گڈی اس نے جیب سے نکالی اور گنتے لگایے

کلی دو ہزار دو سو پچاس ڈالر تھے۔ کچھ سوچتا ہوا ڈلن سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا

اور پھر وہ فارم ہاؤس کی طرف چل پڑے۔ رستے ہی میں جو مل گیا۔
”سو مسٹر۔“ ڈلن نے اس سے کہا، ”کہیں تم پانچ ہزار جیتنے کے چکر میں تو
نہیں ہو؟“

”تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔ جو مسکرایا۔“ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ جو رقم تم نے
مجھے دی تھی وہ میں جسے میں گنوا بیٹھا ہوں۔“

”دو ہزار تہائی لے کافی رہیں گے؟“ ڈلن نے نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔
جو کی آنکھوں میں حریفانہ چمک ابھرائی۔

”بہت کافی رہیں گے مسٹر۔ وہ پرمسرت لہجے میں منمنایا۔

ڈلن نے دو ہزار نکال کر اس کے منہ پر ڈالے۔

”کان کھول کر سن لاداب اگر تم نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو تانچے کے
خود ذمہ دار ہو گے۔ ہمارے عتاب سے نہ صرف تم نقصان اٹھاؤ گے بلکہ تمہارا
خاندان بھی نہ محفوظ رہ سکے گا۔“ ڈلن نے دھمکایا۔

”میں سمجھتا ہوں مسٹر تم بالکل فکرمند نہ کرو۔“ جونے جوش سے کہا۔

حقورٹی وپو لہذا اس کو کار دھول اڑاتی دود نکلی گئی۔

ماچیٹر باہر کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ پھر کدلیسی اندر سے نکلی اور جو
کو پیچ پیچ کر پکڑنے لگی۔ اس کی ماں نے اسے بتایا کہ جو قحبہ کی طرف چلا گیا

”وہ اتنی جلدی کیوں واپس گیا ماں۔ کیا وہ اب کبھی واپس نہیں آئے
گا؟“

ماچیٹر اس کی طرف پلٹی اور ناگداری سے بولی۔

”ایسا مت کہو کہ لسی۔ وہ بہت ساری دولت کمانے لگا ہے۔ پھر جب

تمہارا بھائی بہت امیر آدمی بن جائے گا۔ تو ہم یہ فارم ہاؤس چھوڑ کر اس کے بنگلے

میں رہا کریں گے وہاں ہمیں بہت اچھے اچھے کھانے ملا دیں گے۔ اچھے اچھے

کپڑے ملا دیں گے۔ پھر تم ان مٹی کے گھر وندوں سے کھیلنے کی بجائے قیمتی کھلونوں

سے کھیلا کرو گی۔ بس اب کے تمہارا بھائی بہت بڑا آدمی بن کے لوٹے گا۔

پھر ہم اس کے ساتھ ہی چلے جائیں گے۔

۲۳

سورج غروب ہو رہا تھا۔

ڈلن کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھتا تھا اس کا چہرہ پہلے ہی غصے

کی شدت سے سلگ رہا تھا۔ سورج کی روشنی کمرے اور سرخ کمر ڈال رہا تھا۔ وہ اندر

ہی اندر ہی کھاتے ہوئے روکی کو کوس رہا تھا اس کی دانت میں موجودہ مصائب

کا ذمہ دار وہی تھا۔

باہر ماچیٹر اسٹور سے لکڑیاں لاکر باورچی خانے میں رکھ رہی تھی۔

دلن اس کے قریب سے کھسک کر برآمدے میں چلا آیا اچانک دوسری کھڑکی کے سامنے پہنچ کر اس کے قدم غیر ارادی طور پر رک گئے۔ اندر موم بتی کی دھوٹی میں کمر لپی کا چرٹاب جسم اپنی تمام تر محشر خیز لہجہ کے ہمراہ بہتہ عقلا، پھر اس نے اسکرٹ اٹھا کر پرتا شروع کر دیا۔ دلن کے سانس لے کر ترتیب ہو گئے اور لگا ہیں اسکرٹ میں الجھ کر رہ گئیں۔ اچانک ہوا کے ایک جھونکے سے موم بتی کا شعلہ پھٹکا اور کچھ گیا۔ اندر اندر میرا اچھا لیا۔ مگر دلن کا وجود سلگنے لگا۔ ایک عرصہ بعد پھر اس کے سفلی جذبات پھٹ کر اچھے۔

”اے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ اچانک وہ ایک آواز سن کر چونک گیا یہ روکھی عقلا۔

”تمہیں ہی ڈھونڈتا ہوا ادھر آ رہا عقلا۔“ دلن نے خشک لہجہ میں کہا۔
”تمہیں اس بچی کے متعلق غلط افواہیں نہیں سوچنا چاہیے؟“ روکھی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بلا فر وختگی سے کہا۔
”بچی۔؟ وہ ہم ہے تمہارا۔۔۔۔۔ وہ بچی نہیں بھلی خود ہے؟“ دلن نے بھرائی آواز میں کہا۔

”دلن!“ روکھی اسے کالم سے پکڑ کر جھنجھوٹتے ہوئے بولا۔ ”میں ہرگز اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ تم اس معصوم سی بچی کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤ۔“
”تم خدائی فوجدار ہوا تو کسے پیٹھے۔“ دلن اس کے ہاتھ جھٹک کر زور سے چیخا۔ ”میں وہی کروں گا۔ جو میرا دل چاہے گا۔“

”دیکھ لوں گا۔“ روکھی بڑبڑایا۔ دلن اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکتا تھا مگر لہجے میں پہناں دھکی کے غنصر کہ ضرور پہچان گیا۔

اس نے دل میں سوچا یہ وقت روکھی کی مخالفت مول لینے کا نہیں ہے۔ کیونکہ کئی نہ کوئی اقتصاد ڈھٹے والی بھٹی اور لپے میں ایک سے دو بہتر ہوتے ہیں سوچ کر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”خیر بھول جاؤ اس بات کو دماغ میرا ہی خراب ہو گیا ہے آئندہ میں اپنی جسمانی خواہش کو دبا کر رکھنے کی کوشش کروں گا۔“

”شکر یہ دلن۔“ روکھی بولا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ تم صحیح انداز میں سوچ رہے ہو۔“

”اچھا تو پھر آؤ قہیے کا چکر لگاؤ میں کچھ پیسوں کی بھی ضرورت ہے اور اس سورتے کے بچے کی باتوں کی تصدیق بھی کرنا ہے۔“
”جیسے تمہاری مرضی۔“ روکھی نے سر ہلا کر کہا۔

رات کی سیاہ اور دراز زلفیں چاروں طرف پھیل چکی تھیں۔ ان کی کار کچے پکے رستے پر ڈنگاٹی اور لہرائی ہوئی فاصلے نکل رہی تھی۔
”موڈ پر واقع کوئٹہ سروس اسٹیشن کے سامنے مار روک دینا۔“ دلن نے کہا۔

”موڈ سائٹ ہی روکھی نے رفتار کم کر دی۔ سامنے ہی کوئٹہ سروس اسٹیشن واقع تھا۔ پٹرول پمپ کے قریب صرف ایک نوجوان انڈینٹ موجود تھا جس کی آنکھیں میند کی شدت سے بوجھل ہو رہی تھیں۔“

ڈلن دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ مگور تاریکی نے اس کے جود کو اپنے اندر چھپا لیا تھا۔

”اس میں دس گیلن ڈال دو۔“ روکی نے لڑکے سے کہا۔

لڑکا پیڑوں والے لنگے لگا۔ اور ڈلن نے دفتر میں جھانک کر دیکھا۔ اند کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر وہ باہر آیا اور لڑکے کے کھانے پستول تان دیا اور اٹا کے سے اسے اندر چلنے کو کہا۔ پستول دیکھ کر لڑکے نے مزاحمت کرنا فضول سمجھا اور اس کی طرف چل دیا۔

”تم مجھے پہچانتے ہو؟“ ڈلن نے اسے کہہ سی پر دھکیلنے کے بعد پوچھا۔

”نہیں۔ جناب۔“ لڑکا سہم کر بولا۔

”تو سن لو مجھے ڈلن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیا اب بھی نہیں پہچانتا؟“

”مم۔ میں آپ کو نہیں۔۔۔۔۔“ سچ جانتا جناب۔“ لڑکا ہلکا لیا۔

”کیا تم نہیں جانتے کہ میری گھر فتاری پر افام مقرر کیا گیا ہے؟“

لڑکے نے جواباً نفی میں سر ہلایا۔ روکی نے میز پر پڑا ہوا اخبار اٹھایا اور صفحوں پر نظر دوڑانے لگا۔ اس نے سارا اخبار چھان مارا مگر اس میں کہیں بھی ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھا۔

”وہ واقعی اٹو کا پٹھا نکلا۔“ روکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اس میں کہیں بھی ہمارا ذکر نہیں ہے۔“

”میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ وہ حرامزادہ فراڈ کر رہا ہے۔“

ڈلن چلا یا۔ پھر وہ یونہی کافی دیر تک روکی اور جو پر چلا تا رہا۔

اس کے بعد انہوں نے اس کے دفتر میں موجود ساری رقم میٹھی اور لہڑکے کو بے ہوش کر کے کار میں بیٹھے اور قصبے کو روانہ ہوئے۔ میلوں کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ جو کے ٹھکانے پر جا پہنچے۔

”تم کہیں رکو۔۔۔۔۔“ ڈلن یا ہر نکل کر بولا۔ ”میں اسے نکال کر لے آؤں۔“

جو کے کمرے میں موم بتی جلی رہی تھی۔ ڈلن نے کمرے کو دھکیلا مگر کمرہ

اندر سے بند کیا گیا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد جو باہر

نکلا۔ ڈلن کو دیکھ کر اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ڈلن اسے دھکیلتا اندر لے گیا

اور کمرے کا بولٹ چر لھا کر اس کی طرف پلٹا۔

”سیدھے ہاتھ سے میری تمام رقم نکال دو مسٹر۔“ ڈلن کا لہجہ گوموار تھا مگر

درپردہ اس میں درندگی مضمر تھی۔ ”تم نے مجھے ڈبل کر اس کیا ہے۔“

”مم۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“ جو منمنایا۔

”وہ رقم کہاں ہے۔ جس کے متعلق تم نے جھوٹ بولا تھا۔ کہ تم جوئے میں

گتوا بیٹھے ہو۔“

”مم۔ میرے پاس تو یہی رقم ہے جو تم نے مجھے آج دی تھی باقی رقم میں

واقعی مار بیٹھا ہوں۔ یہ رقم تم بے شک لے سکتے ہو۔“ جو نے کہا۔ اور نوٹوں کی

ایک گڈی نکال کر اس کے سامنے ڈال دی۔

”باقی رقم کہاں ہے۔“ سچ پچ بتاؤ۔“

”مم۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ۔“

”تو اسے پڑنے والے تھپڑ نے اسے فقرہ مکمل کرنے کی ہمت ہی

نزدی۔

”میں صرف سچ سنتا چاہتا ہوں، دوسری صدمت میں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ اس نے تھا من کے بڑا ٹیگ پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔
 ”خدا رکھو۔“ جو بول کھلا کہہ بولا۔ ”میں تمہیں باقی رقم بھی دے رہا ہوں۔“
 اس نے میز کی دراز سے نوٹوں کی دوسری گڈی نکال کر ڈلن کے سامنے رکھ دی۔
 ڈلن نے ساری رقم گنی اور حیب میں ڈال کہہ بولا۔ ”یہ پوری نہیں ہے۔“

”باقی رقم کی میں نے کار خرید لی ممتی۔“ جو گھگھکیا۔
 ”چلو یا ہر نکلو ابھی تمہاری گلو خلاصی نہیں ہوئی۔“
 جو گھٹکتا ہوا یا ہر نکلا۔ اور کار میں آکر بیٹھ گیا۔

”دریا کی طرف چلو۔“ ڈلن نے روک سے کہا،
 کار چل پڑی۔ اور مقرر خاموشی سے گزرنے لگا۔

”ت۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟“ کافی دیر بعد جو نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے؟“ ڈلن نے ایک مکہ اس کی ناک پر جڑتے ہوئے کہا۔
 ”جوتے چپ کر منہ چھپا لیا اور سسکیاں بھرنے لگا۔“

چاند کی مسجد کن روشنی میں پل سے نیچے دریا کا پانی مٹا مٹیں مارتا ہوا۔
 یا نکل چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔۔۔۔۔ ڈلن نے کار کو آئی

”اسے باہر نکالو۔“ ڈلن نے پھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔

”میں دوبارہ سیٹ و مرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“

جو ہڈیا کی انداز میں جھینے چلانے لگا۔ ان دونوں نے مل کر اسے باہر نکالا زمین پر پٹج دیا۔ خوف کی زیادتی نے جو کو ہوش دیا اس سے بیگانہ نہ کر دیا۔ وہ ہڈیا کی انداز میں چنچتا ہوا اٹھ کر بھاگنے لگا۔ مگر پے در پے گولیوں کی بو چھاڑنے سے زیادہ دور تک نہ چلے دیا۔ کئی گولیاں اس کے جسم کو چھیدتی گزری گئیں۔
 ڈلن اس کے مردہ جسم کو گھسیٹتا دریا کے کنارے لے گیا اور اسے ڈھلوان سے نیچے دھکیل دیا۔ چاند کی روشنی میں جو کا مردہ جسم نیچے گرنا ہوا۔ بڑا خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔ پھر ایک جھپکا ہوا اور اس کا جسم پانی کی گہرائیوں میں گم ہو گیا۔
 ”آج کی رات پھلیوں کی خوب عیش ہے گی۔“ ڈلن خوفناک انداز میں قہقہہ لگا کہہ بولا۔

اس کے پیچھے کھڑا ہوا روکسی خشک پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

۲۴

اگلے دو دن بھی یو نہی گند گئے۔

تیسرے دن صبح کے وقت نامشتے کی میز پر ماہی بیٹرنے جو کا ذکر پھیر دیا۔
 ”آج جو واپس آ رہا ہے۔ کیونکہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ واپس

آکر مجھے قیدی میں خرید و فروخت کی غرض سے لے کر ہائے نکاح۔

یہ سن کر روکسی نے معنی خیز انداز میں ڈلن کی طرف دیکھا جو گمردو پیش سے لاہر واپسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھانے میں مشغول رہا۔

”ہم نے اس سے دیکھ لیا کہ وہ کہا تھا۔“ روکسی نے یونہی کہہ دیا۔

”وہ ضرور لائے گا؟“ ماچھیٹر جلدی سے بولی۔ ”بشرطیکہ اس نے وعدہ کیا ہو۔۔۔۔۔ میرا بیٹا وعدے کا پکا اور بات کا کھرا ہے ہر شخص اس پر اعتبار کر لیتا ہے۔“

”اعتبار کر لینے ہی کی بنا پر تمہارے وہ دریا کی اتفاق گہرائیوں میں گہری نیند سو رہا ہے۔“ روکسی نے سوچا۔

کھانے سے فراغت پا کر روکسی، کمر لسی کو ڈھونڈنے باہر نکل گیا۔ ڈلن فارم ہاؤس پہاڑ پر آن کھڑا ہوا وہ اپنے ذہن میں آئندہ کے لئے پروگرام مرتب کر رہا تھا اس کے خیال میں اب اس جگہ زیادہ عرصہ گزارنا ناممکن ہو چکا تھا۔

ابھی وہ اپنے خیالات میں منہمک ہی تھا کہ اس نے کمر لسی کو فارم ہاؤس سے نکلے دیکھا۔ اس کی نگاہیں کمر لسی کے چہرے سے پھسلتی ہوئی۔ اس کے تمام جسم پر چھانگیں۔ اس کے جسم میں پورے شدید وحشت کا طوفان اٹھ اٹھا لینے لگا۔ جن جذبات کو اس نے بڑی مشکل سے دبا یا تھا۔ وہ اب عورت کی ایک ہی عریاں نظر پر دوبارہ اس کے جسم میں تڑپنے لگے۔ شیطان نے ارادوں پر اپنا تسلط بنایا تو وہ کمر لسی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

”گمڑیا۔“ اندر کا شیطان پکارا۔ ”یہ لپٹول چلاؤ گی؟“ یہ کہتے ہوئے

اس نے لپٹول بڑی مہارت سے انگلی پر لکھایا

”روکسی کہاں ہے۔ میں اس کے ساتھ کھیلنے جاؤں گی۔“

ڈلن کے جیلے بھیج گئے مگر اس نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے نرمی سے کہا

”روکسی مار لے کہ کہیں گیا ہے۔ تم میرے ساتھ جیلوں میں نہیں لپٹول چلا سکتاؤ

گا مگر پھر وہ لپٹول تم نہیں چلا سکتی تمہارے لئے یہ ریلوے اور پتھر ہے گا۔ کمر لسی کی آنکھوں میں دل چسپی کی چمک بھرا آئی اور وہ یہ پھلا بیٹھی کاسے روکسی کی تلاش ہے۔۔۔۔۔ ڈلن اسے ریلوے کے متعلق بتا رہا تھا۔

”اس سے تو بہت زوردار دھماکہ ہوتا ہو گا؟“ کمر لسی نے اشتیاق سے

کہا۔

”ہاں۔ بہت مزیدار دھماکہ ہوتا ہے اور تمہارے جیسی طاقتور لڑکی کے لئے

تو یہ ریلوے بالکل ایک کھلونہ ہے۔ آؤ ان درختوں کے پیچھے چلتے ہیں وہاں تم خود چلا کر دیکھ لینا۔“

ڈلن درختوں کی طرف چل پڑا کمر لسی مقنوری دیر پہنچ پاتی رہی پھر شوق

سے مغلوب ہو کر اس کے پیچھے چل دی۔

”کیا میں سے پکڑ سکتی ہوں۔؟“ اس نے ریلوے کی طرف اشارہ کیا ڈلن

نے حیرت سے گولیاں نکال کر جیب میں ڈالیں اور ریلوے کمر لسی کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ ذرا احتیاط سے پکڑنا چاہی کہیں بھولے سے چل ہی نہ جائے“ اس نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ روکسی کے پاس اس سے بھی بڑا ریلوے ہے۔“

”ادہنہ۔ یہ رلیا اور اس کے رلیا اور سے بہت اچھلے تم چلا کر دیکھتا۔“
درختوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ کمر لسی جوش بھر سے انداز میں رلیا اور
کو کھلونے کی طرح تھلے چل رہی تھی۔

چلتے ہوئے ڈلن کا کندھا کمر لسی کے کندھے سے ٹکراتا تو اسے اپنے جسم
میں بجلیاں کھنڈی محسوس ہوتیں۔ وہ بھرے ہوئے ہاتھی کی طرح لمبے لمبے ماس
لے رہا تھا۔

ایک جگہ پہنچ کر ڈلن گھاس پر بیٹھ گیا اور کمر لسی کو بھی قریب بٹھا کر بولا۔
”اب میں تمہیں بتاؤں گا۔ کہ رلیا اور کیسے چلتا ہے؟“ اس نے مکاری کی
گوشتش کی۔ مگر جہرے پر چھائی ہوئی وحشت چھپ نہ سکی۔ کمر لسی اس کی صورت
دیکھ کر کندھے خوفزدہ نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسے وہ ابھی وہاں
سے بھاگ اٹھے گی۔

ڈلن کی وحشت عروج پر تھی اس نے چھٹ کر لسی کی کلائی پکڑ لی کمر لسی
دم بخود کھڑکی اس کی حرکات دیکھ رہی تھی۔ ڈلن کے ہاتھ سرکشی کے مراحل طے
کرتے ہوئے کمر لسی پہنچے اور پھر وہاں سے ہوتے ہوئے گزرا کہ لوں پر
پہنچ کر تیزی سے ہٹ کر کھڑے ہوئے۔

کمر لسی یکدم بری طرح بجلی اور مگنی پھلی کی طرح اس کی گرفت سے
نکل کر دور جا کھڑی ہوئی۔ بے انتہا خوف کے مائے اس کی ٹانگیں کانپ
رہی تھیں۔ دوسری طرف ڈلن کو نقصانی خواہشات نے اندھا کر دیا تھا۔
وہ ایک ہی جہت میں کمر لسی پر جا پڑا اور اسے اپنی یا انہوں کے حصار میں لے

بری طرح چوتے چلنے لگا۔ اس کے حلق سے غیر انسانی آوازیں خارج ہوئی
تھیں۔ پھر اچانک کمر لسی دوبارہ اس کی گرفت سے نکل گئی اس مرتبہ
اس کی گرفت سے نکلنے ہی وہ سیدھی ایک طرف دوڑ پڑی۔ ڈلن اس کے پیچھے
بھاگا۔

ابھی یہ دوڑ جاری ہی تھی اور ڈلن ہزار کدشتش کے باوجود اپنے اور
کمر لسی کے درمیانی فاصلے کو کم بھی نہ کر سکا تھا۔ کہ اسے ٹھٹک کر رک جانا پڑا
سلسلے روک کر کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غیض و غضب کی بجلیاں کھنڈ
رہی تھیں۔

”آج مجھے تمہاری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ جنسی درندے؟ وہ غرا کر بولا
ڈلن کوئی جواب دیئے بغیر گھاس پر بیٹھ گیا۔ روکشی نے چھٹ کر اس
کے کوٹ کا کالہ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ اور بولا۔ ”میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا
کہ اپنے غلیظ پنچے اس معصوم لڑکی سے دور رکھو گے مگر تم نے میری بات پر کوئی
دھیان نہیں دیا۔ آج میں تمہاری اس زندگی کو منوں مٹی میں دفن کر دوں گا
جو تمہیں بالکل اندھا اور انسانیت سے عاری بنا دیتی ہے۔“ یہ کہتے ہوئے
اس نے ایک زبردست مکہ ڈلن کے جبریلے پر مارا۔ ڈلن لڑکھڑا کر دور
جا گیا اس کے ساتھ ہی روکشی نے بھی اس پر پھلانگ لگا دی۔ ڈلن بھی
غافل نہ تھا روکشی کا جسم اس پر چھپا تو وہ ایک طرف سرک گیا۔ روکشی
اپنی جھونک میں گہرا اگلے لمحے ڈلن نے اسے گھونسوں اور ٹکوں پر رکھ لیا۔
روکشی نے گرفت کی ڈلن لڑکھڑایا۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روکشی

نے ایک ٹکڑے کے جھکے ہوئے منہ پر ماری جو کہ کافی شدید تھی ڈلن کی آنکھوں میں
خون اتر آیا۔ اور اب ایک مرد مزاح شخص خوشخوار درندے کا روپ دھار چکا تھا
اس نے اپنی کھردری انگلیاں روکی کی آنکھوں میں گھسا دیں، روکی کی چپٹیں
پے انتہا ہلکا اور دلدوز تھیں۔ اس کی آنکھوں سے خون کے قطرے ابل
پڑے تھے۔ جسم ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اس نے آخری مداخلت کے
طور پر ڈلن کے سینے پر گھونسا مارنا چاہا۔ مگر وہ ہاتھ کلچرنگ کر ڈلن کے گھٹنوں
میں جا دیا۔ اس کی مداخلت ختم ہوتے ہی ڈلن اس کے سینے سے اتر کر کھڑا ہو گیا
روکی کا جسم کافی دیر تک بچلی کی طرح تڑپتا رہا۔۔۔۔۔ اور پھر لیے جس
ہو گیا۔

مجھ سے لکھنے کا انجام موت ہوتا ہے، ڈلن ہنستے ہوئے بڑبڑایا
پھر اس نے حقارت سے روکی کی لاش پر ہتھو کا اور فارم ہاؤس کی طرف چل پڑا۔
دہانے سے دو اسٹور میں سے بیلچہ مل گیا۔ بیلچہ لے کر وہ چھپتا چھپاتا ہی جگہ
پہنچا جہاں روکی کی لاش پڑی تھی۔

گڑھا کھود کر اس نے روکی کی لاش کو اس میں اتارا اور جلدی جلدی
مٹی ڈالنے لگا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بیلچہ وہیں چھپایا
اور واپس فارم ہاؤس کی جانب روانہ ہو لیا۔

قبر سے نزدیک جھاڑیوں کے اندر چھپی ہوئی کمر لپی بڑی حیرت سے
یہ سب کچھ دیکھ چکی تھی۔ ڈلن کے جاتے ہی وہ جھاڑیوں سے باہر نکلی
اور روکی کی قبر کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ اس طرح بستر پر ڈھیر ہو گیا جیسے ہزاروں میل کی
مسافت طے کر کے آ رہا ہو۔

حالات بد سے بدتر ہونے لگے تھے۔ کل جانے کیا ہو جائے ایک ایک
کمرے کے اس کا ساتھ دینے والے تمام ساتھی اس کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکے تھے
اب وہ الیسا تھا اور خوفزدہ تھا دل شدت میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے پاس پیسہ
تھا۔ کار بھی تھی مگر کیا وہ ابھی یہاں سے نکلنے کی جرأت کر سکتا تھا۔؟ اس نے
دل میں سوچا۔ نہیں فی الحال وہ کہیں نہیں جائے گا۔ اس نے خود کو فیصلہ سنا
دیا کہ روکی کی موت کا اسے ذرہ برابر بھی ملال نہ تھا کیونکہ اس کا اصول تھا کہ ہتھیار
سے اکھڑنے والے شخص کو بالکل اکھاڑ پھینکنا چاہیے۔ کہ نہ جانے کب وہ ملے بھی
سے ڈو پے۔ کہ لپی کی جانب سے وہ بے فکر تھا کیونکہ اس کے خیال میں وہ پاگل
نہ کی گزشتہ واقعہ کو بھلا بھی ہوگی۔

رات دبے پاؤں چلی آئی۔ ماسٹرس کھیتوں کی طرف سے آ رہی تھی ڈلن
اس وقت باہر نکل کر اہوا تھا۔

.. روکی چلا گیا۔ اس نے بڑھیا کو بتایا۔

”ہاں۔ لیکن کیوں؟“ بڑھیا نے استعجاب سے پوچھا۔
 ”بس چلا گیا۔ شاید آگ لگ گیا تھا اس جگہ سے۔ اب تو میں بھی جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

”پتہ نہیں یہ جو کاجے ابھی تک الپس ہیں آیا۔“ بڑھیا نے لٹو لیش سے کہا۔
 ”آج کل مصروف ہو گا نا۔ کھانے جو گیا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے ڈلن سوچ رہا تھا۔ کہ اب اسے یہاں سے چل دینا چاہیے ورنہ کل کلاں کو کسی بھی وقت بڑھیا آفت کھڑی کر سکتی ہے۔۔۔۔۔ تو پھر ٹھیک کسے ہے۔۔۔۔۔ آج ہی راستے کی کسی جگہ میں وہ چپ چاپ یہاں سے نکل جائے گا۔

”اے ہاں میں تمہیں ایک بات بتانا تو بھول ہی گئی۔“ بڑھیا نے کہا۔
 ”آج میں نے قریبی الیکٹرک پول پر ایک اشتہار چپاں دیکھا تھا تمہاری تصویر شائع کی گئی ہے اور گرفتاری پر پانچ ہزار ڈالمر کا انعام مقرر کیا گیا ہے۔ یعنی زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کو پانچ ہزار ڈالمر انعام ملے گا۔۔۔۔۔“

بڑھیا کے الفاظ اس کے کانوں میں سیسے کی طرح پگھلتے گئے اور وہ سن سا کھڑا یہ سب سچو سن رہا۔ بڑھیا کو وہیں چھوڑ کر وہ الیکٹرک پول کی طرف دوڑا جہاں واقعی اس قسم کا اشتہار چپاں تھا۔ جب وہ واپس آیا تو بڑھیا نے صاف لفظوں میں سنا دیا کہ صبح تک یہاں سے چلا جائے۔

اب تو واقعی آج رات کو یہاں سے نکل ہی جانا چاہیے۔۔۔۔۔ یہ سوچتے ہوئے وہ کمرے میں لوٹ آیا۔

رات کو آٹھ بجے ماحیسر لھانے کی میز پر کہہ رہی تھی۔

”نہ جانے کمرے کی کو کیا ہو گیا ہے؟“
 ”کیا مطلب؟“ ڈلن نے چونک کر پوچھا۔
 ”کسی سے بات ہی نہیں کر قی۔ اداس اداس کیلے اور خلاف معمول آج سر شام کمرے میں جا کر سو گئی ہے۔“

”روسی کے ساتھ اس کا دل لگ گیا تھا۔ شاید اس کے جانے کی وجہ سے اداس ہے۔“ ڈلن نے قلمہ منہ میں دھکتے ہوئے کہا۔
 ”میں نے تو اسے ابھی روکی کے متعلق بتا یا رہی نہیں کہ وہ چلا گیا ہے؟“
 ”روسی خود ہی اسے بتا گیا ہو گا؟“ ڈلن نے شانے اچکا کر کہا۔

”کھانا کھا کر وہ فوراً ہی اپنے کمرے میں چلا آیا۔ بوڑھی ماحیسر برتن دھونے میں مصروف ہو گئی اور بوڑھا پاؤں گھسیٹتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلنا موم بتی کی تھرکتی لو پر ڈلن کا بہت بڑا سایہ دلوار پر پڑ رہا تھا اور ذہن ماضی کے دھندلوں میں دور تک نکلتا چلا گیا۔ مائمرہ۔ بیج۔ جونی۔ ہرسٹ۔ جو اور روسی۔ بچے بعد دیکھے اس کے دماغ پر بچوں کے لکڑے تھے۔“

آج ایک مدت بعد اس نے اپنا اصول توڑ دیا۔ اور خوب جی بھر کے اس کے کمرے کی گلاس پی ڈالے۔ شراب نے اس کے اندر اک نیا دلولہ پیدا کر دیا۔ اس کا چہرہ کا چمٹا کلاس چڑھانے کے بعد بوتل ختم ہو گئی اور وہ بری طرح کھانسنے لگا کھانسی طویل تھی کھانسنے ہوئے وہ لہو کھڑاتا ہوا بستر پر گر گیا۔ تھوڑی دیر پہلے انہیں بند کئے پڑا ہوا۔ پھر جیس ٹولیں اور ٹولوں کی ایک گڑی برآمد کی۔ ٹولوں کو

گنا پھر ان کے دو حصے کئے اور مختلف جیبوں میں ٹھونس لیا۔

بڑھیا اپنے کمرے میں جا کر لیٹ چکی تھی، کافی دیر تک وہ لیٹا ہوا
آہٹیں سنتا رہا۔ دور دور تک سناٹا تھا۔ ماحول بھی جیسے اونگھ رہا تھا۔۔۔
اچانک اسے جھبر بھری سی آگئی۔ سقلی جذبات کا طوفان ایک بار پھر پھڑک
اٹھا۔ عورت کی طلب اس مرتبہ اتنی شدت سے اس کے دل میں ابھری تھی کہ
وہ ہر قسم کی دیوار کو توڑنے کا فیصلہ کر کے اٹھ بیٹھا۔۔۔ پھر اچانک دل
سے اک ہوک سی آئی۔ آہ۔۔۔ مائہ۔۔۔ آہ۔۔۔ فین۔ پھر اک جھٹکے
سے وہ اٹھا، لڑکھڑایا، گدا، پھر اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔
میز سے لٹکا کر دوبارہ گدا اس کے ساتھ ہی اس پر چلتی ہوئی موم بتی نیچے گم
کر کے بچھ گئی بیٹھے ہی بیٹھے اس نے جوتے اتارے اور دوبارہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے
سے باہر نکل آیا۔

اس کا انگ انگ کر لپی کر پکار رہا تھا ہوس کے جذبات کا طوفان ناسور نہ کر
اس کے جیم میں پھیل گیا تھا۔

کر لپی کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ اس نے دروازہ
مقفول کیا اور اندھیرے میں ٹائٹلک لڑکیاں مارتا ہوا پلنگ سے جا لٹکرایا اور گم
پڑا۔۔۔ پلنگ کے پائے کا سہارا لے کر وہ اٹھا اور لحاف کے اندر اپنے ہاتھ
دور ڈالنے لگا۔ کمرے میں کر لپی کی سانسوں کی آواز سائیڈ سے رہی تھی۔ وہ کر لپی
کا منہ ٹٹولنے لگا۔۔۔۔۔ اور پھر بیک م اس کا دماغ۔ بھبک سے اڑ گیا۔ اس
کا ہاتھ کسی سرد شے سے ٹکرایا تھا۔ گھبرا کر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور پھر لیے پینی

سے چہرہ ٹٹولنے لگا۔ اس کا ہاتھ پلنگ پر لپٹے ہوئے شخص کی پیشانی، ناک
رخسار اور ہونٹوں سے سرکتا ہوا سینے تک آیا۔۔۔۔۔ مگر وہ کیا چیز تھی جو اسے
پلندہ نہیں آ رہی تھی۔ ٹھنڈے ٹھنڈے گالی ہونٹ۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ اس کا
مارا جسم لینے سے شرابور ہو گیا۔ جیب سے ماحچہ نکال کر اس نے ایک تیلی جلائی
اور پھر سارا کمرہ روشن ہو گیا۔

سامنے کئی کارے میں لتھڑا ہوا روکسی کا جسم پڑا تھا۔ ڈلن ہڈیاں آواز
میں چیخ اٹھا۔

پلنگ سے دوسری لیٹی ہوئی کر لپی اٹھ کر بیٹھ گئی اس کے ہاتھوں میں
دیا ہوا لڑیلا اور آہستہ آہستہ اونچا ہوتا جا رہا تھا۔
تیلی کچھ گئی اور پھر کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔

اچانک کمرے میں اعضاب شکن دھماکے کے ساتھ ایک شعلہ لپکا۔ ڈلن
کے حلق سے بھیاٹک چیخ خارج ہوئی اور وہ سینہ محفلے فرش پر گر پڑا۔
درو کی ایک طویل اور ناقابل برداشت لہر اس کے سینے میں ابھری اور
آخری گھٹی گھٹی چیخ کے ساتھ وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ یہ پتھر کی موت تھی۔

حسٹم شد

طاہر رانا لاہور